ماہنامہ
مجلّہ
حیاتِ نو
بلریا گنج

تیرا اصل سرمایہ

دیکھ تو اپنے اوقات ضائع نہ کر تیرے پاس گنی چنی سانسیں ہیں، اگر تیری ایک سانس بھی رائیگاں چلی گئی تو گویا تیرے سرمایے کا ایک حصہ ضائع ہو گیا پس غنیمت سمجھ صحت کو مرض سے پہلے، فراغت کو مصروفیت سے پہلے، دولت کو غربت سے پہلے، شباب کو ضعیفی سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے اور آخرت کے لئے اسی لحاظ سے تیاری کر جتنا تجھے وہاں رہنا ہے

(امام غزالیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ

مجلہ

حیات نو بلریا گنج

جلد:- ۱۰ رمضان ۱۴۱۲ھ / مارچ ۱۹۹۲ء شمارہ:- ۳

بدل اشتراک		مدیر مسئول
سالانہ زر تعاون	۵۰ر روپے	نور محمد فلاحی
طلبہ کیلئے	۴۰ر 〃	مدیر
خصوصی زر تعاون	۱۰۰ر 〃	محمد اسماعیل فلاحی
اعزازی زر تعاون	۱۰۰۰ر 〃	معاون مدیر
غیر ممالک سے زر تعاون	۲۵ر امریکی ڈالر	عبد الباری فلاحی
قیمت فی شمارہ	۵ر روپے	

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپکی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ مجلہ حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱
فون ۸۱۹۰۰
نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ۔ کتابت:- محمد اشفاق عالم فلاحی
دفتر حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ

نعت

ماسٹر یٰسین حیدر مرحوم

صبا چل کے آئی پیام اللہ اللہ
محمد پہ بھیجو سلام اللہ اللہ

مدینہ ہے جن کا مقام اللہ اللہ
ہے کیا ان کا حکم نظام اللہ اللہ

فنا ہو گیا جو محبت میں ان کی
ملا اس کو دار السلام اللہ اللہ

جو محبوب ہو خالق دو جہاں کا
تو کیا ہوگا اس کا مقام اللہ اللہ

یہ معراج کی شب کہا انبیاء نے
وہ نبیوں کا آیا امام اللہ اللہ

ضیا بار ہے ہوئے جس سے کونین روشن
وہ طیبہ کا ماہ تمام اللہ اللہ

محمد کے صدقے میں حیدر تجھے بھی
ملے گا کوثر کا جام اللہ اللہ

غزل

ادریس ضیاء
کلاتھ مارکیٹ اعظم پور، ببلو لین
(یو۔پی) ۲۴۳۶۳۱

ہر ایک حال میں چلنے کا حوصلہ نہ رہے
مخالفت میں دریئے کی اگر ہوا نہ رہے

ہیں آندھیوں کو بھی دشمن سوار رہتے ہیں
نظر کے سامنے اک پیڑ بھی کھڑا نہ رہے

مرے خدا مجھے چادر بھی کر عطا ایسی
جو میرے پاؤں چھپائے تو سر کھلا نہ رہے

وہ شخص قیمتی کتنا ہے دور حاضر میں
جو چاہتا ہے عداوت بھی نہ صلہ نہ رہے

میں چاہتا ہوں کہ اسکی گلی میں یوں پہنچوں
پھر اسکے بعد نکلنے کا راستہ نہ رہے

میں اپنی اسلئے کمزوریاں گناتا ہوں
کہ اسکو میری طرف سے مغالطہ نہ رہے

اسی میں سیاست کی عاقبت ہے ضیاء
[illegible] ہو کہیں امن کی فضا نہ رہے

نقوش حیات نو

صفحہ

اداریہ		
علم کے ضروری آداب	محمد اسمٰعیل فلاحی	۳
بحث و نظر		
حذف، اولین اسلامی معاشرہ کا امتیاز	خالد مسعود، مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۰، ۱۹
سیر و سوانح		
امام نافع بن ابو نعیم مدنیؒ	محمد الیاس اعظمی	۲۱
کلاہ ڈھونڈھو جنوں میں۔۔۔۔		
عیش کرتا ہوں مگر طیش بھی آجاتا ہے	ابو اللسان نحوی	۳۲
تعلیم و تعلم		
توجہ مطلوب ہے	عبد البر اثری فلاحی	۳۹
شعر و نغمہ		
کاروان حق، نعت	قمر امنگری، ماسٹر لیسین حیدر	۴۱، ٹائٹل
غزلیں	عرفان احمد شوق اعظمی، شفیع اللہ خان آزر، ادریس ضیاء	۴۰، ۴۲، ٹائٹل
تعارف و تبصرہ		
ندائے شاہی "تاریخ شاہی نمبر"	عبد البر اثری فلاحی	۴۳
جامعہ کے لیل و نہار		
شعبہ تخصص، ارمغان جیپ استقبالیہ تعزیت	محمد اسمٰعیل فلاحی	۴۸
اعلان عام	محمد عمران احمد خان فلاحی، سکریٹری انجمن	ٹائٹل

اداریہ — محمد اسمٰعیل فلاحی

علم کے ضروری آداب

چیخ و پکار اور گریہ و ماتم سے کسی قوم کی تقدیر نہیں بدلا کرتی۔ قوموں کا مستقبل ان کے بہادر افراد اور جیالے سپوتوں سے وابستہ ہوا کرتا ہے۔ تعمیر افراد کے بغیر احیائے ملت کا کوئی تصور نہیں۔ اور افراد کی تیاری اور تعمیر اس سرچشمۂ ہدایت پر منحصر ہے جو قرآن و سنت کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ اس لئے قرآن و سنت کا علم حاصل کرنا تعمیر ملت اور تعمیر افراد کا بنیادی نقطہ ہے۔

یوں تو ہر علم و فن بلکہ ہر چیز کے کچھ آداب اور تقاضے ہوتے ہیں جن کا اس باب میں خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے اور جنہیں ملحوظ نہ رکھنے سے بسا اوقات الٹا نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ لیکن علم دین کا معاملہ سب سے بڑھ کر سنجیدہ نازک اور اپنے اندر بڑی حساسیت رکھنے والا ہے۔ اس میں ذرا بھی کوتاہی سم قاتل اور اپنے کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنے کے مترادف ہے، اس لئے قرآن و سنت کے ہر طالب علم کو سب سے زیادہ محتاط اور چوکنا رہنا چاہیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

.... ورجل تعلم العلم وعلمه
وقرأ القرآن فاتى به فعرفه
نعمه فعرفها۔ قال فما عملت
فيها؟ قال تعلمت العلم
وعلمته وقرأت فيك القرآن
قال كذبت ولكنك تعلمت

ایک دوسرا آدمی جسکے خلاف
قیامت کے دن سب سے پہلے
فیصلہ سنایا جائیگا، وہ ہوگا جو دین
کا عالم اور معلم اور قرآن کا پڑھنے
والا ہوگا۔ خدا اسے اپنی سب نعمتیں
یاد دلائے گا اور وہ انہیں تسلیم کریگا

ليقال هو عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القي في النار...

(مسلم)

تو وہ سوال کریگا کہ ان نعمتوں کو پاکر تونے کیا عمل کئے؟ وہ کہے گا میں نے تیری خاطر دین سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا. خدا کہے گا تو نے غلط کہا تو نے اس لئے دین سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا تاکہ عالم اور قاری کہلائے یہ سب دنیا میں کہا جا چکا پھر حکم ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

ایک دوسری روایت ہے۔

من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة

(رواه الخطيب في باب اخلاق الشيخ من كتاب الفقيه والمتفقه)

خدا کی خوشنودی کے بجائے متاعِ دنیا کے حصول کے لئے جو علم دین حاصل کرے گا وہ روز قیامت جنت کی بو نہیں پاسکے گا۔

ایک تیسری روایت میں ہے۔

من تعلم علما لغير الله او اراد به غير الله فليتبوأ مقعده من النار

(ترمذی)

جو اللہ کے بجائے دوسروں کے لئے علم حاصل کرتا ہے یا علم کے ذریعہ غیر اللہ کو چاہتا ہے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

نبیؐ کی ان واضح تنبیہات کے بعد قرآن وحدیث کے ایک طالب علم

کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنا دل ٹٹول کر دیکھے اور اپنی نیت کا جائزہ لے کہ حصول علم دین کا محرک کیا ہے. وہ کیا جذبہ ہے جو اسے دینی مدرسہ میں کھینچ لایا ہے کن تمناؤں اور خواہشات کے ساتھ اور کن خوابوں کی تعبیر کی کوشش میں اس کی صبح وشام ہورہی ہے. اپنے اندر خدا کی رضا اور خوشنودی کے علاوہ اگر کوئی اور جذبہ وہ پاتا ہے تو خدا کی پناہ مانگے اور اپنی نیت درست کرے آج خلیجی ممالک کی اہمیت بڑھ جانے کی وجہ سے عربی زبان کی طرف اشتیاق بڑھ گیا ہے. دوسرے یونیورسٹیوں سے مدارس کا الحاق ہونے کی وجہ سے بہت سے مدارس انکا زینہ بن گئے ہیں. بہت سے لوگ اسی جذبہ کے تحت اس مقدس وادی کا رخ کرتے ہیں. نیت کے خالص نہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دھیرے دھیرے اس کا تقدس پامال ہوتا اور اس کی حرمت واعتماد ختم ہوتی جارہی ہے. ایسے طلبہ پڑھتے کم اور دوسری مصروفیات میں مشغول زیادہ رہتے ہیں. استاذ کی ہدایات نظر انداز کردی جاتی ہیں اور وہ نورانی ماحول نہیں بن پاتا جس کی عطر بیزی سے دنیا معطر ہوسکے. نیت کی درستگی کے ساتھ حصول علم کا پہلا اثر یہ ہوگا کہ جوں جوں علم بڑھے گا انسان کے اندر خشیت الٰہی بڑھتی چلی جائے گی۔

قرآن میں ہے۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں سے علم والے ہی ڈرتے ہیں۔

دوسری جگہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا وَيَقُولُونَ سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ

بلاشبہ اس کے پہلے جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے جب انہیں یہ سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہوکر رہنے والا ہے. وہ ٹھوڑیوں کے

یبکون ویزیدھم خشوعا (بنی اسرائیل ۱۰۷-۱۰۹)

بلکہ روتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور ان کا خشوع بڑھ جاتا ہے۔

خدا کی ذات وصفات کا علم اور اس کی معرفت جب انسان کو حاصل ہوتی ہے تو پھر وہ انسان سب سے بڑھ کر پابند آئین بن جاتا ہے۔ اب وہ بے لگام اور بے قید نہیں رہتا۔ خدا کی نافرمانی سے بچتا اور اس کے احکام توڑنے سے ڈرتا ہے۔ اس کے اندر گھمنڈ نہیں پیدا ہوتا۔ عاجزی اور فروتنی اس کی صفت ہوتی ہے۔ علم دین حاصل کرنے اور اسے عام کرنے کی اگر اسے توفیق ملی ہے تو اسے اپنا فضل اور کارنامہ سمجھنے کے بجائے اس کا سر عبدیت کے احساس سے اور جھک جاتا ہے کہ اس کے رب نے اسے دین کا علم حاصل کرنے کی سعادت بخشی کہ وہ اس کے فرائض ادا کر سکے اور محارم سے بچ سکے۔ اسے یہ معلوم ہے کہ روز قیامت ابن آدم کے قدم اس وقت تک ہٹ نہیں سکیں گے جب تک کہ وہ دوسرے سوالوں کے ساتھ اس سوال کا بھی جواب نہ دے لے کہ

وعن علمہ ماذا عمل فیہ (ترمذی)

اس سے اس کے علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس نے اپنے علم پر کس حد تک عمل کیا۔

اسے اس بات کا اچھی طرح احساس ہوتا ہے کہ علم کے نتیجہ میں اس کے اندر خشیت اور انابت پیدا نہ ہوگی، وہ احکام الٰہی کا پابند نہیں بن سکا اور سب کچھ جان کر بھی عمل سے دور رہا تو پھر اس کی عاقبت سے خدا کی پناہ!!

ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ علمہ (رواہ ابن عبد البر فی جامع بیان العلم وفضلہ)

قیامت کے دن سب سے شدید عذاب ایسے عالم کو ہوگا جسکے علم نے اسکو کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔

وہ یہ جانتا ہے کہ جو علم سینہ میں نہ اترے اور عمل کے قالب میں نہ ڈھلے وہ علم اس کے لئے محرومی کا باعث ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔

العلم علمان، فعلم فی القلب

علم کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ علم ہے جو

فذلک علم نافع وعلم علی اللسان فذلک حجۃ اللہ عز وجل علی ابن آدم (جامع بیان العلم وفضلہ)

دل کے نہاں خانوں میں اتر جاتا ہے یہی علم نافع ہے، دوسرا علم جو زبان پر رہتا ہے یہ علم ابن آدم کے خلاف اللہ عزوجل کی حجت ہوگا۔

وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس نے خدا کی نافرمانی کی اور دین کا حق ادا نہ کیا تو خدا کے عتاب کا رخ اسکی طرف اسی طرح ہوگا جس طرح کہ بنی اسرائیل کے احبار کو عتاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

تتفقھون لغیر الدین وتعلمون لغیر العمل وتبتاعون الدنیا بعمل الآخرۃ تلبسون جلود الضان وتخفون انفس الذئاب وتنقون القذی من شرابکم وتبتلعون امثال الجبال من الحرام وتثقلون الدین علی الناس امثال الجبال۔ تطیلون الصلوۃ وتبیضون الثیاب تنتقصون مال الیتیم والارملۃ فبعزتی حلفت لاضربنکم بفتنۃ یضل فیھا رأی ذی الرأی وحکمۃ الحکیم (رواہ الخطیب فی اقتضاء العلم العمل)

دین کے علاوہ دوسرے مقاصد کے لئے دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرتے ہو اور عمل کے لئے علم حاصل نہیں کرتے، نیک عمل سے دنیا طلبی مقصود ہوتی ہے۔ اوپر سے بکریوں کی کھالیں اوڑھتے ہو اور اندر دل میں بھیڑیوں کو چھپائے رکھتے ہو، مشروب سے تنکا تو نکالتے ہو لیکن پہاڑوں کے مانند حرام کو نگل جاتے ہو، لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور نہایت سفید اور چمکدار کپڑے زیب تن کرتے ہو لیکن یتیم اور بیواؤں کا مال ہڑپ کر جاتے ہو، میری عزت کی قسم میں تم پر ضرور ایسا فتنہ مسلط کروں گا جس میں صاحب رائے کی رائے اور حکیم کی حکمت بھی حیران وسرگرداں ہو جائے گی۔

علم کے معاملہ میں سب سے پہلے نیت کی اصلاح، علم کے مطابق عمل اور خدا کی خشیت کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس محترم ہستی سے آدمی علم حاصل کرے اس کا احترام اور اس سے محبت اس کے سینہ میں موجزن ہو، باپ جسمانی مربی ہوتا ہے اور استاذ روحانی مربی ، دوسرے علوم دھن دھونس اور دوسرے حربوں سے کسی قدر حاصل ہو سکتے ہیں لیکن علم دین کیلئے استاد کا احترام اور ادب ناگزیر ہے۔

تعلموا العلم و تعلموا للعلم السكينة والوقار وتواضعوا لمن تتعلمون منه .
(ترغیب وترھیب بحوالہ طبرانی)

علم دین سیکھو، دینی علم کیلئے وقار وسنجیدگی سیکھو اور جن سے دین کا علم حاصل کرو ان سے خاکسارانہ برتاؤ کرو۔

حضرت علی کا ارشاد ہے۔

من علمني حرفا صرت له عبدا . ان شاء اعتق وان شاء باع

جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اسکا غلام بن گیا چاہے تو آزاد کر دے چاہے تو بیچ دے۔

(   )

استاذ کے احترام کا تقاضا ہے کہ اس کی ہدایات کبھی نظر انداز نہ کی جائیں پڑھنے لکھنے اور دوسرے کاموں کے سلسلہ میں اس کے مشورے ہر حال میں ملحوظ رہیں۔

حصول علم کیلئے چوتھی ضروری چیز وقت کی قدر و قیمت پہچاننا ہے۔ چوبیس گھنٹے کا یہ وقت ہر کسی کو یکساں ملا ہوا ہے۔ یہ وہ دولت ہے جس میں امیر و غریب سب برابر ہیں، یہ بڑا برق رفتار ہے، کسی کیلئے رکتا نہیں، کسی کا انتظار کرتا نہیں، کسی پر ترس کھاتا نہیں، بڑی شان بے نیازی سے گزرتا رہتا ہے۔ جس نے بھی کوئی کارنامہ انجام دیا، جو بھی کسی مقام بلند پر پہنچا ہے، واقعہ یہ ہے وقت کو صحیح استعمال کرنے کے نتیجہ

میں وہ ایسا کر سکا ہے۔ ایک درجہ میں دو ساتھی ہوتے ہیں، ایک مسلسل وقت کو صحیح استعمال کرتا رہتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے دوسرا سوتا رہتا اور وقت ضائع کرتا رہتا ہے اور پیچھے رہ جانے کی وجہ سے ہاتھ ملتا ہے۔ اسی مختصر اور محدود وقت کو استعمال کر کے ایک شخص ابن تیمیہ اور ابو حنیفہ بن سکتا ہے اور دوسرا اسے ضائع کر کے ناکام و نامراد رہ جاتا ہے۔

اس سلسلہ کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ آدمی نیت کی درستگی، علم کے مطابق عمل، استاذ کا احترام اور وقت کی قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے علم نافع سے نوازے اور علم غیر نافع سے محفوظ رکھے انسان بڑا کمزور ہے۔ اللہ کی مدد کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ نبیؐ دعا فرمایا کرتے تھے۔

اللهم انی اسئلك علما نافعا ورزقا واسعا وعملا متقبلا وشفاء من كل داء
(مستدرک حاکم)

اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں علم نافع کی، رزق واسع کی، ایسے عمل کی جو قبول ہو اور ہر بیماری سے شفایابی کی

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا
(مسلم)

اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے، ایسے دل سے جسکے اندر خشوع نہ ہو اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہوتا ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

مدارس کے تعلیمی سیشن کا آغاز ہو رہا ہے۔ ابتدا ہی سے طلبہ اگر ان امور کا اہتمام کریں تو امید ہے کہ وہ علم سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھائیں گے۔ ان کا علم ان کے لئے بھی، ملت کیلئے بھی اور تمام انسانوں کے لئے باعث رحمت ہوگا اور وہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے۔

خالد مسعود

حذف

شرطیہ جملوں میں حذف شرطیہ جملوں کے دو حصے ہوتے ہیں جن میں سے ایک حصے میں شرط بیان ہوتی ہے اور دوسرے میں اس کا نتیجہ یا اثر جس کو جواب شرط یا جزا کہتے ہیں۔ شرطیہ جملوں کے پہلے حصہ کا آغاز کسی حرف شرط سے ہوتا ہے مثلاً لو، ان، اذا، لما وغیرہ

عام جملہ شرطیہ کی مثال سورہ فاطر کی آیت ۱۴ میں بیان ہے۔ فرمایا:

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ۔

(اگر تم انکو پکارو گے تو وہ تمہاری فریاد نہیں سنیں گے اور اگر سنیں گے بھی تو تمہاری فریاد رسی نہیں کریں گے)۔

یہ آیت دو شرطیہ جملوں سے مرکب ہے۔ ایک جملے کا آغاز حرف اِنْ سے ہوا ہے اور دوسرے کا حرف لو سے۔ "اِنْ تَدْعُوْهُمْ" اور "لو سمعوا" ان جملوں کا شرطیہ حصہ ہیں جن کا جواب شرط بالترتیب لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ اور مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ میں ہے۔

علیٰ ھذا القیاس اسی سورہ کی آیت ۴۵ یوں ہے۔

ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا	اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کی پاداش میں پکڑتا
ما ترک علی ظہرھا من دابۃ	تو زمین کی پشت پر ایک جاندار کو بھی نہ چھوڑتا۔

یہاں بھی حرف لو سے شرطیہ جملہ شروع ہوتا ہے جس کا جواب یا نتیجہ ما ترک سے شروع ہونے والے حصے میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اس طرح کے مکمل شرطیہ جملے بکثرت ہیں لیکن کہیں کہیں ایسے جملے بھی پائے جاتے ہیں جنہیں جواب شرط حذف ہو گیا ہے۔ ایسے جملوں کا مفہوم متعین کرنے میں قاری کو مشکل پیش آ سکتی ہے۔ اس لئے حذف کا یہ اسلوب سمجھنے کی ضرورت ہے۔

جواب شرط کے حذف کے بڑے مواقع حسب ذیل ہیں۔

الف ۔ غایت وضاحت یا جواب شرط کا پہلے سے مخاطب کی معلومات میں ہونا۔

ب ۔ سیاق کلام میں اس کا تذکرہ ہونا۔

ج ۔ کلام میں دوسرے مقام میں وضاحت موجود ہونا۔

د ۔ شدت تاثر کو قائم رکھنے کی غرض ہونا۔

ہ ۔ جواب شرط کا کسی ایسے مضمون پر مشتمل ہونا جس کی تعبیر سے کلام قاصر ہو۔

و ۔ مبالغہ کے لئے، جہاں تخیل کی جولانی کو حرکت میں لانا ضروری ہو۔

۔ اب ہم چند مثالوں سے ان مواقع کی وضاحت کرتے ہیں۔

الف۔ غایت وضاحت ۱۔ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ (انعام ۳۵)

"اور اگر ان کا اعراض تم پر گراں گزر رہا ہے تو اگر تم زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی زینہ ڈھونڈ سکو کر ان کے پاس کوئی نشانی لا دو تو ۔ ۔ ۔ ۔ (ایسا کر دیکھو)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کو قرآن کی طرف بلاتے تو وہ جواب میں یہ مطالبہ کرتے کہ اگر آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں تو ہمیں معجزہ دکھائیں۔ قرآن کا استدلال یہ تھا کہ ایمان معجزہ دیکھنے پر منحصر نہیں بلکہ یہ عقل وفہم کو استعمال میں لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ پچھلی قوموں نے معجزات دیکھے لیکن پھر بھی ایمان کی توفیق نہ پائی کیونکہ انہوں نے اپنے دل ودماغ سے کام نہیں لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوتا کہ اگر کوئی معجزہ دکھایا جائے تو شاید ضدی لوگ اس سے متاثر ہو کر راہ راست پر آجائیں۔ اس پر آیت زیر بحث میں یہ فرمایا کہ ہم تو کوئی نشانی پیش کرنے سے رہے۔ اگر تم خود زمین یا آسمان میں سے کوئی نشانی لا سکتے ہو تو ایسا کر دیکھو۔ "ایسا کر دیکھو" کے الفاظ کلام کا بدیہی تقاضا ہیں۔ اس لئے ان کو حذف کر دیا۔

۲۔ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ

اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (قصص ۴۷)

"اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے اعمال کے سبب سے کوئی آفت آتی تو وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور اہل ایمان میں سے ہوتے تو . . . . (ہم رسول نہ بھیجتے)۔

اس آیت میں قریش کو تنبیہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو رسول کی بعثت کے بغیر محض انکے اعمال کی پاداش میں بھی ان پر گرفت کرتے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا تاکہ وہ یہ عذر نہ کر سکیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی رسول آیا ہوتا تو ہم اللہ کی آیات کی پیروی کرنے والے اور رسول پر ایمان لانے والے بنتے۔ رسول اللہ کی بعثت ان کا عذر ختم کرنے اور ان پر حجت تمام کرنے کے لئے ہوئی ہے۔ جملے کے پہلے حصے ہی میں جواب شرط کا مضمون (یعنی رسول نہ بھیجتا) از خود نمایاں ہوگیا ہے۔ اس لئے الفاظ میں اس کو دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔

۳۔ سورہ توبہ کی آیت ۵۹ ولو انهم رضوا . . . الخ کا جواب شرط بھی بالکل واضح ہے کہ ایسا کرنا ان کے لئے بہتر ہوتا۔

ب۔ سیاق و سباق میں مضمون کا تذکرہ ہونا

۱۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى (رعد ۳۱)

"اور اگر کوئی ایسا قرآن بھی اترتا جس سے پہاڑ حرکت میں آجاتے یا زمین پاش پاش ہو جاتی یا مردے بولنے لگتے تب بھی . . . . " (یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنتے)

اس آیت سے قبل کفار کے اس مطالبہ کا ذکر ہے کہ ہمیں رب کی طرف سے کوئی خاص نشانی کیوں نہیں دکھائی جاتی۔ اس کا جواب دیا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان لانا ہوتا ہے وہ اللہ کے کلام سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ پچھلی قوموں کی طرح ہم نے تم کو بھی وحی کی تعلیم دی تاکہ تم کفار تک اس کو پہنچا دو۔ جنہیں ایمان لانا ہو گا وہ ایمان لائیں گے۔ دوسرے لوگ اسی طرح کے مطالبات میں الجھے رہیں گے۔ اگر ہم اس قرآن میں پہاڑوں کو حرکت دیتے،

زمین کو پاش پاش کرنے اور مردوں کو ناطق بنانے کی تاثیر بھی رکھ دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہ بنتے۔ سلسلہ کلام کا رخ نہایت واضح تھا اس لئے جواب شرط کو حذف کر دیا گیا۔

۲۔ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (الانبیاء ۳۹)	اگر یہ کفر کرنے والے جان پاتے اس وقت کو جب کہ یہ عذاب نار کو نہ اپنے چہروں سے دفع کر سکیں گے نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی کسی طرف سے مدد ہو گی تو . . . (یہ عذاب کی جلدی نہ مچاتے)

سلسلہ کلام میں یہ مضمون ہے کہ کفار ایمان نہیں لاتے اور برابر یہ تقاضا کرتے ہیں کہ انکے ایمان نہ لانے کے نتیجہ میں ان پر عذاب کیوں نہیں آرہا ہے۔ انکی اس ہٹ دھرمی پر فرمایا کہ عجلت پسندی انسان کی سرشت میں ہے۔ عذاب کی نشانیاں تو اپنے وقت پر نمودار ہوں گی۔ کاش یہ کفار اس وقت کا بھی کچھ اندازہ کر پاتے جب خدا کے عذاب کی آگ ان کو آگے پیچھے سے گھیرے گی اور ان پر بے کسی کی حالت طاری ہو گی تو یہ عذاب کے لئے یوں جلدی نہ مچاتے۔ کلام کا ارتقا جواب شرط کے مضمون (عذاب کے لئے جلدی نہ مچانا) کا از خود تقاضا کر رہا ہے۔ اس لئے اس کو حذف کر دیا۔

۳۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (تکاثر ۵-۸)	ہرگز نہیں، اگر تم یقین کیساتھ جانتے کہ دوزخ سے ضرور دوچار ہو گے، پھر اسکو یقین کی آنکھوں سے دیکھو گے، پھر تم سے اس دن نعمتوں کے باب میں پرسش ہوتی ہے تو . . . . (تو مال و دولت سمیٹنے کی دوڑ میں اپنی قیمتی زندگی برباد نہ کرتے)

ان آیات سے قبل انسان کو ملامت کی گئی ہے کہ وہ اپنی زندگی مال و دولت جمع کرنے کی دوڑ میں برباد کر دیتا ہے یہاں تک کہ موت آکر اس کی مہلت عمل کو ختم کر دیتی ہے۔ اس غفلت کا نتیجہ درجہ بدرجہ اس کے سامنے آئے گا۔ کاش اس حرکت کے برے انجام کا یقین

ہوتا تو وہ بھی بازی لے گئے ہوتے۔ اس جملے میں شرط کا جواب حذف کر دیا گیا کیونکہ وہ اظہار کے بغیر بھی واضح تھا اور سلسلہ کلام اسی طرف رہنمائی کر رہا تھا۔

بعض لوگ ان آیات کی ترتیب کو نہیں سمجھتے۔ وہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ اور بعد کی آیات کو جواب شرط قرار دے دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ آیات لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ کے مفعول کے محل میں ہیں اور جواب شرط ان کے بعد محذوف ہے۔ اس کو ہم نے قوسین میں کھول دیا ہے۔

ج۔ کلام میں وضاحت موجود ہونا

۱۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (نور ۲۰)

"اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم نہ ہوتا اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مہربان و رحیم ہے تو۔۔۔ (تم اس کی پکڑ میں آ گئے ہوتے)۔

یہ واقعہ افک کے سلسلے کی آیت ہے جس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ بلا تحقیق سنی سنائی باتوں کو قبول کر کے تہمتیں لگانے کا عمل ایسا تھا کہ اس پر تم خدا کی گرفت میں آ گئے تھے لیکن اس نے محض اس بنا پر تمہیں عذاب سے محفوظ رکھا کہ وہ بندوں پر بڑا مہربان اور شفقت کرنے والا ہے۔ جواب شرط کا محذوف مضمون خود قرآن نے اوپر آیت ۱۴ میں کھول دیا ہے۔ فرمایا:

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

"اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، دنیا اور آخرت میں، تو جس چیز میں تم ملوث ہو گئے تھے اس کے باعث تم کو ایک عذاب عظیم آ پکڑتا"

۲۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا (ھود ۸۸)

"اس نے کہا اے میری قوم، بتاؤ اگر میں اپنے رب کی جانب سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مزید اپنی جانب سے مجھے رزق حسن سے بھی نوازا تو۔۔۔" (اس کے سوا میں تمہیں اور کس چیز کی دعوت دوں؟)

یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا قول ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید اور معاملات میں دیانت داری کی تعلیم دی جس کو قوم نے دخل در معقولات قرار دیا۔ اس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تعلیم میں تمہیں دے رہا ہوں یہ تو میری فطرت کی آواز بھی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مدلل کر دیا۔ اس کی حقانیت کا یقین رکھتے ہوئے میں اس کے سوا تمہیں کس چیز کی دعوت دوں۔ جواب شرط کے اس مضمون کو خود قرآن مجید نے حضرت صالح علیہ السلام کے مشابہ کلام میں واضح کر دیا ہے۔ فرمایا:

۳۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰنِىْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ (ھود ۶۳)

"اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! بتاؤ، اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے اپنی جانب سے رحمت خاص سے بھی مجھے نوازا تو اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی پکڑ کے وقت کون میرا مددگار ہو گا؟"

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان افضال و عنایات کے بعد اگر میں کسی دوسری چیز کی دعوت دوں تو یہ اس کی نافرمانی ہو گی جس پر وہ میری گرفت فرمائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو کون ہے جو اس وقت میری مدد کو آئے گا۔

د۔ شدت تاثر کو قائم رکھنا

۱۔ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (انفال ۵۰)

"اور اگر تم دیکھ پاتے جب فرشتے ان کفر کرنے والوں کی روحیں قبض کرتے ہیں مارتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر اور یہ کہتے ہوئے کہ اب چکھو مزا جلنے کے عذاب کا تو۔۔۔"

یہاں کفار کی وہ حالت بیان کی ہے جس سے وہ جان کنی کے وقت اور اس کے بعد دوچار ہوتے ہیں۔ فرشتے ان کو پیٹتے ہوئے لے جاتے ہیں اور عذاب کے ڈراوے دیتے ہیں۔ یہاں جواب شرط کو حذف کر دیا ہے تاکہ قاری پر تاثر باقی رہے اور وہ کفار کے عبرت انگیز انجام کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائے۔ مراد یہ ہے کہ اگر تم اس وقت کو دیکھ پاتے تو اندازہ ہوتا کہ کفار کی

کی رنگت بتانے والی ہے۔

۴۔ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ أَرَأَيْتَ إِن كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ أَرَأَيْتَ إِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ (علق ۹-۱۴)

"ذرا دیکھو تو اس کو جو روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ بھلا دیکھو تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا نیکی کا حکم دینے والا ہوتا تو...... بھلا دیکھو تو اگر اس نے جھٹلایا اور منہ موڑا تو...... کیا اس نے نہیں جانا کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟"

الفاظ کے تیور سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متکلم شدید غضب کی حالت میں ہے۔ اسے یہ بات انتہائی طور پر ناگوار گزری ہے کہ کوئی بندہ نماز پڑھنا چاہے اور دوسرا اس کو روکے۔ وہ دونوں کے طرزِ عمل کا موازنہ کرتا ہے اور اس کے نتائج سے آگاہ کرنا چاہتا ہے لیکن شدتِ غضب میں اپنی بات کو پورا نہیں کر پاتا۔ لہٰذا کلام میں حذف چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ شدتِ تاثر قائم رہے اور غلط طرزِ عمل والا آدمی اپنی حرکت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو۔

۵۔ تعبیر کی مشکل کہیں بیان کے لئے وسعت درکار ہوتی ہے اور آدمی اگر اس کے پیچھے پڑ جائے تو سررشتۂ مضمون ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور بات سمجھ کی پوری طرح گرفت میں نہیں آتی۔ اس صورت میں حذف کا اسلوب ہی مناسب ہوتا ہے جو وسعت کا احاطہ کرنے کا کام قاری پر چھوڑ دیتا ہے۔

۱۔ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ (صافات ۱۰۳-۱۰۵)

"پس جب دونوں نے اپنے تئیں اپنے رب کے حوالے کر دیا اور ابراہیم نے اس کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا اور ہم نے اس کو آواز دی کہ اے ابراہیم بس، تم نے خواب کو سچ کر دکھایا تو...... بےشک ہم خوب کاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔"

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قربان کیے جانے کے واقعہ کا بیان ہے۔ بیانِ واقعہ کے آغاز میں حرفِ شرط لَمَّا آیا ہے لیکن آخر تک اس کا

جواب سامنے نہیں آیا بلکہ اس اقدام کے صلہ کی خبر دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ قربانی کے لئے تیار ہو کر باپ اور بیٹے نے عبدیت کا جو عالیشان مظاہرہ کیا اور اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے انھوں نے اپنی عزیز ترین متاع کو بھی دریغ نہیں رکھا تو ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی عظیم رحمتوں کا ان کو مستحق بنا گیا جن کی وسعتوں سے صرف اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے اور جن کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں۔ چنانچہ لَمَّا کا جواب حذف کر دیا تاکہ قاری چشمِ تصور سے ان کا ادراک کرے۔

۵۔ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ (زمر ۷۳-۷۴)

"اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اس کے پاسبان اس سے کہیں گے السلام علیکم، شاد ہو، پس اس میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ کے لئے تو...... اور وہ پکار اٹھیں گے، شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔"

یہاں بھی انجام کار متقین کے جنت میں پہنچنے کی خبر ہے۔ حرفِ شرط إِذَا کا جواب کہیں مذکور نہیں۔ مراد یہی ہے کہ فرشتوں کے استقبال کے بعد متقین جنت میں داخل ہوں گے تو ایسی ایسی نعمتوں سے مستفید ہوں گے جو احاطۂ بیان میں نہیں آ سکتیں۔ ان کا اندازہ یہاں بیٹھے آج کون کر سکتا ہے۔ تعبیر کی اس مشکل کے پیشِ نظر جوابِ شرط کو حذف کر دیا۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ متقین جب ان نعمتوں سے بہرہ مند ہوں گے تو الحمد للہ کا نعرہ لگائیں گے۔

۶۔ مبالغہ کیلئے ۱۔ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ (بقرہ ۱۶۵)

"اور اگر یہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والے اس وقت کو دیکھ سکتے جب یہ عذاب سے دوچار ہو کر دیکھیں گے کہ سارا زور و اختیار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ بڑا ہی سخت عذاب دینے والا ہے تو......"

یہاں اس عذاب کی تفصیل نہیں کی جس کو دیکھ کر ہر شخص اس کی شدت کا قائل ہو جائے گا اور یہ یقین کرے گا کہ تمام تر قوت اللہ ہی کی ہے۔ اشارات بیان کر دینا اور عذاب کی وضاحت نہ کرنا مبالغہ کے لئے ہے تاکہ قاری اپنی صلاحیت کے لحاظ سے اس کا زیادہ سے زیادہ اندازہ خود کرے۔

محذوف مضمون کو متعین کرنے کے لئے جملہ کے سیاق و سباق کو دیکھنا اشد ضروری ہوتا ہے۔ اگر اس بارے میں تساہل سے کام لیا جائے تو آدمی ایسے معانی مقدر مان لیتا ہے جن کو قبول کرنے سے سلسلہ کلام ابا کرتا ہے۔ چنانچہ بدیہی طور پر متعین ہونے والے محذوف کلام کو سمجھنے میں بھی لوگوں نے ایسی غلطیاں کی ہیں کہ انہوں نے سلسلہ کلام پر توجہ نہیں دی۔

کلام کے موقع محل ہی سے یہ بھی متعین ہوتا ہے کہ محذوف جملہ مضمون کی شدت کا تقاضا کرتا ہے یا اس کا موقع حسرت یا ملامت وغیرہ کا ہے۔ شرطیہ جملوں میں جواب شرط محذوف کرنے سے کلام میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اگر موقع شدت کا ہو، اور حسرت، ملامت، زجر، شفقت عنایت وغیرہ کے پہلو نمایاں ہو کر سامنے آجاتے ہیں اگر موقع و محل ان کا ہو۔ اس لئے سیاق و سباق اور موقع و محل سمجھنے سے کسی حال میں بھی بے اعتنائی نہیں برتی چاہئے۔ (بشکریہ تدبر لاہور)

فارم ۴

ماہنامہ مجلہ حیات نو

مقام اشاعت :	مبارکپور اعظم گڑھ
وقفہ اشاعت :	ماہنامہ
مالک :	انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ
پرنٹر و پبلشر :	نور محمد جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ
ایڈیٹر :	نور محمد جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ (انڈیا)

میں نور محمد پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا صراحتیں میری علم و اطلاع کے مطابق صحیح ہیں۔

نور محمد

مولانا ابوالحسن علی ندوی

اولین اسلامی معاشرہ کا امتیاز

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فراست ایمانی کی دولت سے مالا مال تھے، وہ نہ دھوکا دیتے تھے، نہ دھوکا کھاتے تھے، وہ کسی کو فریب نہیں دیتے تھے، یہ تو واضح بات ہے، وہ اس سے بہت بلند تھے، لیکن ہم میں بہت سے لوگ ان کے اس وصف کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ صحابۂ کرام کسی کے دجل فریب کا شکار بھی نہیں ہوتے تھے، وہ بڑے ذہین و فطین اور ہمہ وقت بیدار عقل و شعور والے افراد تھے، انکی عقل، ان کی طبیعتیں، دین کی روح اور دینی تعلیمات کے خلاف کسی چیز کو گوارہ نہیں کرتی تھیں، وہ دلکش نعروں پر فریب مغالطوں اور نظر فریب مظاہر کا شکار نہیں ہوا کرتے تھے۔

اس کی سب سے واضح دلیل اور اعلیٰ ترین مثال یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے، آپکو معصوم سمجھتے تھے، جیسا کہ خود قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ :-

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (سورۃ النجم ۳-۴)

وہ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے ہیں، انکا کلام تو تمام تر وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

پھر صحابۂ کرام کی نگاہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہماشی اپنی اولاد، آبا و اجداد اور خود اپنی جانوں سے زیادہ محبوب تھی، تاریخ میں کسی انسانی جماعت نے کسی نبی اور کسی داعی کا — حدود کی رعایت رکھتے ہوئے اور تقدیس و تعبد سے بچتے ہوئے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے — ایسا احترام نہیں کیا ہے، اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا :-

اُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا

اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ ظالم ہو خواہ مظلوم

صحابۂ کرام اس فرمان نبوی پر خاموش نہیں رہ سکے، اور انھوں نے اس کی تشریح ضروری سمجھی۔

حدیث کے شارحین نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کی مشہور مثل تھی، زمانہ جاہلیت کی عادت بھی یہی تھی، چنانچہ دیوان حماسہ کا ایک شاعر عرب کے ایک قبیلہ بنی مازنؓ کی تعریف میں کہتا ہے ؎

لا یسألون اخاهم حین یندبهم	جب انکے بھائیوں پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ
فی النائبات علی ما قال برهانا	انکو مدد کیلئے پکارتے ہیں، تو یہ لوگ بات کی صحت پر
	دلیل اور حجت کا سوال نہیں کرتے اور مدد کیلئے دوڑ پڑتے ہیں۔

اس کے باوجود صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو خاموش نہیں رہ سکے ایک صحابی نے کہہ دیا کہ "اللہ کے رسولؐ! ہم مظلوم کی مدد کریں یہ تو ٹھیک ہے، لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ صحابہ کی جرأت پر آنحضورؐ نہ تو خفا ہوئے نہ چہرۂ مبارک پر کبیدگی یا ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے بلکہ بڑے سکون کے ساتھ فرمایا کہ "ظالم کو ظلم سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے"۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن کی ۔ اور اسلامی معاشرہ مومنین پر ہی مشتمل ہوتا ہے ۔ صفت بیان فرمائی ہے جس سے اس کی ذہانت وفراست کا اندازہ ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: "مومن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا" ایک اور موقع پر فرمایا "مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کی روشنی کی مدد سے دیکھتا ہے"، ہر زمانہ میں، اور ہر ملک میں اسلامی معاشرہ ایسا ہی ہونا چاہئے نہ فریب دے، نہ فریب کا شکار ہو اور نہ ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈسا جائے ۔

غزل

عرفان احمد شوقی اعظمی

جو بھی ایامِ گزشتہ پہ نظر رکھتے ہیں	ہمنواؤں کی بڑی دل میں قدر رکھتے ہیں
انکو آتی نہیں حالات کی پستی پہ غشی	جو بھی حالات سے لڑنے کا جگر رکھتے ہیں
جاؤ تم ہمیں پژمردہ نہیں کر سکتے	ہم تو پہلو میں تمہیں شام و سحر رکھتے ہیں
گر کے اٹھنے کا ہنر سیکھے کوئی ہم سے	[illegible] سے بھری ہم راہگزر رکھتے ہیں
پتھروں کی انہیں پرواہ نہیں ہو سکتی	اپنی شاخوں پہ بھرے جو بھی ثمر رکھتے ہیں
اک نہ اک دن انہیں پچھتانا پڑیگا شوقی	اپنے آنگن میں جو بیری کا شجر رکھتے ہیں

محمد الیاس اعظمی، ایم۔ اے

امام نافع بن ابو نعیم مدنیؒ

(١٦٩/٧٠ھ)

علم قرأت کی تدوین وترقی میں جس شخصیت نے سب سے اہم اور نمایاں کردار ادا کیا وہ امام نافع بن ابو نعیم مدنیؒ کی ہے انہوں نے عمر بھر قرآن پاک کی خدمت کی اور علم قرأت کے امام اور قاری مدینہ کے خطاب سے سرفراز ہوئے ان کے مرتبہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ابن مجاہدؒ نے قراء سبعہ میں انکا سب سے پہلے ذکر کیا ہے ۔

نام ونسب اسم گرامی نافع، ابورویم کنیت، امام دارالہجرۃ لقب اور معلوم نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

ابورویم نافع بن عبدالرحمٰن بن ابو نعیم مدنی[۱]

انکی کنیت میں اختلاف ہے کسی نے ابورویم کسی نے ابو نعیم کسی نے ابوالحسن کسی نے ابوعبداللہ اور کسی نے ابوعبدالرحمٰن بتایا ہے[۲] لیکن علامہ ابن الجزریؒ نے ابورویم ہی کو سب سے زیادہ مشہور کنیت قرار دیا ہے[۳]

پیدائش اور وطن امام نافع مدنیؒ کی پیدائش صحیح روایت کے مطابق ٧٠ھ میں ہوئی اصلاً اصفہانی تھے جیسا کہ حافظ ابو نعیم نے تاریخ اصفہان میں لکھا ہے[۴]

چونکہ امام نافع حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب بعض کے نزدیک حضرت عباسؓ کے حلیف جعونہ بن شعوب اللیثی کے آزاد کردہ غلام تھے اس لئے بعض تذکرہ نگاروں نے ان کو لیثی نسبت سے یاد کیا ہے[۵] مگر ظاہر ہے کہ یہ صحیح نہیں، اصمعی کا بیان ہے کہ مجھ سے امام نافع مدنیؒ نے کہا کہ میری اصل اصفہان کی ہے[۶]

امام نافع کا قیام مستقل مدینہ منورہ میں رہا اور یہیں ان کے درس وافادہ کا سلسلہ جاری رہا اور اسی ارض طیبہ کی مبارک خاک کا حصہ بھی ہوئے اس لئے وہ اسی شہر حبیب

کی نسبت سے معروف بھی ہوئے۔

حلیہ اور اخلاق

امام نافع مدنیؒ نہایت سیاہ فام تھے خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں۔
وکان اسود شدید السواد — امام نافع نہایت سیاہ فام تھے

لیکن جسم کے اعضاء کی ساخت و ہیئت اور تیکھے ناک و نقش کی وجہ سے جاذب نظر معلوم ہوتے تھے ان کا چہرہ چمکدار تھا علامہ ذہبیؒ نے صاحب روشن چہرہ لکھا ہے، ایک مرتبہ اسحاق المسیبی نے کہا کہ آپکے اعضاء کی ساخت اور بناوٹ کس قدر حسین اور خوبصورت ہے اور آپ کا اخلاق کتنا عمدہ ہے امام نافع نے فرمایا آخر ایسا کیوں نہ ہو جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھ سے مصافحہ فرمایا ہے

امام نافع حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور اچھے اخلاق کے بھی مالک تھے ان کے شاگرد اور راوی قرات امام عیسیٰ بن مینا قالون مدنیؒ نے انہیں پاکیزہ اخلاق بتایا ہے علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ امام نافع خلیق تھے

اساتذہ و شیوخ

امام نافع مدنی کثیر الشیوخ ہیں انہوں نے اہل مدینہ کے تابعین کی ایک سرکردہ جماعت جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت ابی ابن کعبؓ اور حضرت ابوہریرہؓ جیسے اجلہ روزگار صحابہ کرام کے نامور تلامذہ تھے سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی ابوقرہ موسیٰ بن طارق کا بیان ہے کہ میرے پاس تواتر سے یہ بات پہونچی ہے کہ امام نافع نے شروع کے پانچ تابعین سے علم قرات کی تحصیل و تکمیل کی خود امام نافع مدنیؒ کا بیان ہے کہ میں نے ستر تابعین سے علم قرات کی تحصیل کی۔ ابن العماد حنبلی نے موسیٰ بن طارق کا بیان نقل کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ امام نافع نے ستر تابعین کے حلقہ فیض سے استفادہ کیا ہے۔ چند شیوخ کے نام یہ ہیں۔

ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی، ابوداؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، ابوروح یزید بن رومان اسدی، شیبہ بن نصاح، ابوعبداللہ مسلم بن جندب ہذلی، فاطمہ بنت علی، زید بن اسلم، ابوالزناد، عامر بن عبداللہ بن زبیر، محمد بن یحییٰ بن حبان، نافع مولی ابن عمر، صفوان بن سلیم، صالح بن خوات انصاری، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن شہاب الزہری، الاصبغ بن عبدالعزیز

نحوی، عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق وغیرہ

سلسلہ قرات

امام نافع مدنی نے ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنی، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، شیبہ بن نصاح، مسلم بن جندب ہذلی، اور یزید بن رومان اسدی سے قرات کی روایت و تحصیل کی، اور ان حضرات نے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ سے اور ان حضرات صحابہ کرام نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے پڑھا اور حضرت ابی ابن کعبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور پڑھا تھا اس طرح امام نافع کی قرات تین واسطوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے

درس و افادہ اور طلبہ کا ازدحام

امام نافع مدنی نے قرآن پاک کی خدمت کو فرض اولین سمجھا اور کم و بیش ستر سال تک مسلسل اس کی خدمت میں مصروف رہے یہاں تک کہ رات کو بھی اپنے چشمہ فیض سے وابستہ لوگوں کو قرآن پاک کا درس دیتے، الاصمعی کا بیان ہے کہ امام نافع پڑھنے والوں کے لئے قرآن کو آسان بنا دیتے تھے اس کے متعلق کرنل مرزا بسم اللہ بیگ لکھتے ہیں۔

"تیس آیت سے زائد نہ پڑھنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ بڑی احتیاط اور تحقیق سے تعلیم دی جاتی تھی امام نافع کا ستر تابعین سے پڑھنا اور ورشؒ کا کئی بار ختم کرنا ان کے تحقیق کے شوق کو ظاہر کرتا ہے"

طلبہ کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کسی کو تیس آیت سے زائد پڑھنے کا وقت نہ ملتا اوقات کے مطابق تمام طلبہ پر آیات کو منقسم کر رکھا تھا بڑی احتیاط و تحقیق سے قرآن پڑھاتے، امام نافع کے تلمیذ ارشد اور راوی قرات، امام عثمان بن سعید ابو ورش مصری کا بیان ہے کہ جب میں امام نافع کی خدمت میں حاضر ہوا تو طلبہ کا ہجوم دیکھ کر سخت متردد ہوا اور حصول تعلیم کے لئے بعض بزرگوں کی سفارش پیش کرنی پڑی تب بڑی مشکل سے پڑھنے کا موقع ملا کرنل مرحوم لکھتے ہیں۔

"امام نافع کا یہ فرمانا کہ مجھے مہاجرین و انصار کی اولادوں کو پڑھاتے فرصت نہیں یہ ظاہر کرتا ہے کہ عربی النسل جن کی مادری زبان عربی تھی اور جنکے گھروں میں قرآن

پاک کا کثرت سے چرچا تھا وہ کئی مستند اساتذہ سے قرآن شریف کا پڑھنا اور سیکھنا ویسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ ایک غیر عرب ضروری سمجھتا تھا اور اسی طرح پڑھنے کی کوشش کرتے تھے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا بلکہ صرف صحیح پڑھنا اس تعلیم کیلئے طالب علم اس قدر ہجوم کئے رہتے تھے کہ دن بھر حضرت کو فرصت نہ ملتی تھی"[19]

امام ورشؒ کو سفر کشش کے بعد جب پڑھنے کا موقع ملا تو امام نافعؒ نے دوسرے طلبہ کی طرح ان کو بھی تیس[20] آیت پڑھنے کے بعد ٹھہرنے کا حکم دیا اس کے بعد امام نافعؒ کے حلقہ فیض سے وابستہ لوگوں میں سے دو طالب علم باری باری اٹھے اور دس دس آیت پڑھنے کے برابر وقت اپنے اوقات میں سے امام ورشؒ کو ہبہ کر دیا۔ جس سے امام ورشؒ کو پچاس آیت پڑھنے کا موقع ملا،[21] مرزا بسم اللہ بیگ رقمطراز ہیں۔

"آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ طالبعلموں میں بھی ایثار کا کتنا مادہ تھا کہ اپنے وقت میں سے وقت دینے پر (بلا کسی) آمادہ ہو گئے یہ خیال نہ کیا کہ ایک غیر ملکی آفاقی آیا ہے ہمارے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے غیر عرب ہے کیا جانتا ہے اور کیا سیکھے گا یہ ہے وہ علمی فضا اور ماحول کا وہ عجیب نظارہ جو بارہ سو برس پہلے کی ایک درسگاہ میں نظر آتا ہے کیا کوئی یونیورسٹی آج بھی اپنے طالب علموں میں اس ذوق اور کردار و ایثار کے نمونے پیش کر سکتی ہے ایک فرد واحد مسجد میں بیٹھ کر صبح سے شام تک درس دیتا ہے ہزاروں طالب علم مستفید ہو کر نکلتے ہیں اور دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور تعلیم پر ایک پیسہ خرچ نہیں ہوتا اور کام یونیورسٹی کے پیمانہ پر ہوتا ہے ستر سال تک اس طرح درس دینا کس قدر محنت و صبر چاہتا ہے یہ تھا نمونہ اس ذوق و شوق کا جو قرآن کی تعلیم نے ان بزرگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا۔

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں[22]

اس عہد میں قرآن پاک کی تعلیم سے لوگوں کو بڑا تعلق و شغف تھا شیوخ کا یہ حال تھا کہ طلبہ کے ہجوم کی وجہ سے کسی کو منبر پر بیٹھنا پڑتا اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہو جاتا کسی کو اپنے طلبہ کو فوج کی طرح اپنے پیچھے لے کر چلنا پڑتا کسی کو دن و رات تعلیم دینی پڑتی

غرض پڑھنے پڑھانے کا محنت و شغف اور جد و جہد سے بھرپور کیا ماحول تھا آج کے دور میں اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

تلامذہ

امام نافع مدنیؒ کے تلامذہ بھی کثیر التعداد ہیں ان کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہونے والوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

امام مالک بن انس، اسماعیل بن جعفر انصاری، عیسیٰ بن وردان، سلیمان بن مسلم بن حجاز، اسحاق بن محمد اسحاق المسیبی، ابو یحییٰ اسماعیل اور ابو ادیس کے دونوں صاحبزادے، یعقوب بن جعفر، عبدالرحمٰن بن ابو الزناد، عیسیٰ بن مینا قالون مدنی، سعد بن ابراہیم اور ان کے بھائی یعقوب، محمد بن عمر الواقدی، زبیر بن عامر، خلف بن وضاح، ابو الذکر محمد بن یحییٰ، ابو العجلان بن علی صفوان، محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن وہب، موسیٰ بن طارق، ابو قرۃ الیمانی، عبدالملک بن قریب الاصمعی، خالد بن مخلد العطوانی، ابو عمرو زبان بن العلا، ابو الربیع الزہرانی، خارجہ بن مصعب خراسانی، خلف بن ہزار الاعلمی، سقلاب بن شیبہ، عثمان بن سعید ورشؒ، عبدالقریز وہب، محمد بن عبداللہ بن وہب، معلی بن دحیہ، لیث بن سعد، اشہب بن عبدالعزیز، حمید بن سلامہ، عتبہ بن حماد الشامی، ابو مسہر الدمشقی، ولید بن مسلم، عبداللہ بن ادریس الاودی، عراک بن خالد، خویلد بن معدان، کردم المغربی، ابو الفاد شیخ، الغاز بن قیس الاندلسی، ابو بکر القورسی، محمد القورسی وغیرہ[23]

ان تلامذہ میں سے بعض نے ایک قرأت کی روایت کی ہے اور بعض نے دو قرأتوں کی روایت کی ہے اور میں نے تمام تلامذہ کا ذکر ایک ساتھ کر دیا ہے جبکہ دوسرے تذکرہ نگاروں نے مدینہ منورہ اور مصر و شام کے تلامذہ کا ذکر علیحدہ علیحدہ کیا ہے۔

رواۃ قرأت

ائمہ سبعہ کے رواۃ تین حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) بلا واسطہ اماموں کے شاگرد ہیں مثلاً امام نافع مدنیؒ، امام عاصم کوفیؒ اور امام ابو الحسن علی کسائی کے رواۃ قرأت۔

(۲) رواۃ قرأت اور اماموں کے درمیان کئی واسطے ہیں مثلاً امام ابن کثیر مکیؒ اور امام ابن عامر شامی کے رواۃ قرأت۔

۳۔ رواۃ قرأت اور امام قرأت کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو مثلاً امام ابو عمرو

ابن ابی جعفر اصبہانیؒ اور امام حمزہ الزیات کوفیؒ کے رواۃ قرأت ۔

امام نافع مدنیؒ کے دو رواۃ قرأت بہت مشہور و معروف ہیں جس پر جمہور علماء کا اتفاق و اجماع ہے اور ابن مجاہد کی ترتیب سے یہ کہ آج تک کسی عہد و زمانہ میں ان کے متعلق اختلاف و نزاع نہیں رہا ان کے نام یہ ہیں (۱) امام ابو موسیٰ عیسیٰ بن مینا قالونؒ مدنیؒ (۲) امام ابو سعید عثمان بن سعید ورشؒ ۔

فضل و کمال

امام نافع مدنیؒ جامع کمالات و صفات تھے علوم اسلامیہ خصوصاً علم قرأت میں کامل دستگاہ حاصل تھی، علم حدیث میں بھی اونچا مقام رکھتے تھے زہد و ورع اور عبادت و ریاضت میں بھی بے مثل تھے ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی ثقاہت و عدالت پر اتفاق کیا ہے ان کا شمار ان جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے جنہوں نے علم و فن کو بام عروج پر پہونچانے میں نمایاں کردار ادا کیا کتاب اللہ کی جن قرأت کے تواتر پر امت کا اتفاق ہے انہیں امام نافع مدنیؒ کی قرأت بھی شامل ہے اور یہی ان کے کمالات کا نمایاں باب بھی ہے علامہ ذہبیؒ نے امام نافع کو مقری اہل المدینہ اور احد الاعلام لکھا ہے
اصمعی فرماتے ہیں ۔

کان من القراء الفقہاء العباد — امام نافع قراء، فقہاء اور عبادت گذاروں میں تھے

امام نافع مدینہ منورہ میں علم قرأت اور رسم الخط دونوں کے امام تھے مدینہ منورہ میں کبار تابعین کے بعد انہیں پر علم قرأت میں اتفاق کیا گیا، سعید بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انسؒ کو یہ فرماتے سنا کہ اہل مدینہ کی قرأت سنت ہے کسی نے پوچھا کیا نافع کی قرأت تو امام مالکؒ نے فرمایا ہاں نافع کی قرأت مسنون ہے [۲۲]

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ امام نافع مدنی وجوہ قرأت اور عربیت کے عالم تھے حدیث پر مضبوطی سے عمل کرنے والے تھے عبد اللہ بن احمد حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ کون سی قرأت آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو انہوں نے جواب دیا اہل مدینہ کی قرأت میں نے دریافت کیا اگر یہ نہ ہو تو انہوں نے فرمایا امام عاصم کوفی کی قرأت
مشہور ادیب و شاعر اور ماہر علم تجوید و قرأت علی قیروانی نے امام نافع مدنی کی قرأت

پر ایک طویل قصیدہ لکھا تھا جو دو ہزار اشعار پر مشتمل تھا

علم قرأت میں درجہ و مرتبہ

امام نافع مدنیؒ کا علم قرأت میں درجہ و مرتبہ بہت بلند ہے ان کا شمار اس فن کے ائمہ میں کیا جاتا ہے ان کو قرآن و حدیث دونوں میں درک و بصیرت حاصل تھی تاہم ان کا اصل طرۂ امتیاز و افتخار علم قرأت ہی تھا، لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا اس وقت مدینہ منورہ میں امام قرأت امام نافع بن ابو نعیم مدنی تھے ۔ صاحب غایۃ النہایہ نے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں علم قرأت امام نافع مدنیؒ کی ذات پر ختم ہوتا تھا ۔ ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد مدینہ منورہ میں قرأت کے امام، امام نافع مدنیؒ ہی یا وجوہ قرأت کے بہت بڑے عالم اور سلف کے پیچھے پیرو کار تھے ۔ سعید بن منصور کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک بن انسؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل مدینہ کی قرأت مسنون ہے تو ان سے دریافت کیا گیا کیا امام نافع کی قرأت تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، امام نافع مدنیؒ کی قرأت بسملہ کے سلسلے امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہر چیز کے بارے میں اہل حق سے دریافت کیا کرو اس وقت امام قرأت امام نافع مدنی ہیں نیز فرماتے ہیں ۔

نافع امام الناس فی القراٰۃ — امام نافع قرأت میں لوگوں کے امام ہیں

خیر الدین زرکلی تحریر فرماتے ہیں ۔

انتہت الیہ ریاسۃ القراء — امام نافع پر ریاست قرأت ختم ہوگئی

چنانچہ انہیں گوناگوں اوصاف و کمالات کی بنا پر اپنے شیخ امام ابو جعفر یزید بن القعقاع مدنی کے بعد مدینہ منورہ کے بالاتفاق امام القراء تسلیم کئے گئے، لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ "میں نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ امام نافع کی قرأت سنت ہے"

فن حدیث

گو حدیث کی کتابوں میں آپ کی کوئی حدیث نہیں ملتی لیکن ان حالات میں اتنا ضرور ملتا ہے کہ انہوں نے عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے حصول علم قرأت کے بعد سو حدیثوں کا سماع کیا، ابن عدی کا بیان ہے کہ امام نافع کے پاس عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج سے روایت کردہ سو حدیثوں کا ایک نسخہ تھا نیز ابو الزناد سے بھی روایت

کردہ کو صد شیوخ کا مجموعہ تھا اور متفرقات میں بھی ان کے پاس پچاس سے زائد حدیثیں تھیں اور میں نے انکی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی اور میرے خیال میں ان میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ثقاہت وعدالت

امام نافع کی ثقاہت وعدالت پر علمائے جرح وتعدیل کی آراء بہت اچھی اور مثبت ہیں علامہ ابن الجزریؒ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، اور ابن سعد نے ثقہ اور حاتم نسائی نے صدوق صالح الحدیث قرار دیا ہے نسائی اور ابن المدینی کا خیال ہے کہ انکی مرویات نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ابن حبان نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے علامہ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں۔

لم ار فی احادیثہ شیئاً منکرا وارجوانہ لا باس به[۲۲]	میں انکی مرویات میں کوئی منکر بات نہیں دیکھا میرا خیال ہے انکے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

زہد واتقاء

امام نافع مدنیؒ بڑے عابد وزاہد اور متقی وپرہیزگار تھے پچھتر سال تک درس قرآن دینا ہی اس کی بہت بڑی دلیل ہے ان کے شاگرد رشید امام عیسیٰ بن مینا قالون مدنی کا بیان ہے کہ امام نافع مدنی لوگوں میں پاکیزہ اخلاق عمدہ قرأت اور متقی وپرہیزگار تھے انہوں نے مسجد نبوی میں ساٹھ سال تک نماز ادا کی۔

زیارت صحابہ

امام نافع مدنی نے دو صحابہ حضرت طفیلؓ اور حضرت ابن ابی انیسؓ کی زیارت کی تھی اور اسی بنا پر انکا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

منہ سے خوشبو

علامہ شاطبیؒ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

فاما الكريم السر في الطيب نافع — فذاك الذي اختار المدينة منزلا۔ ترجمہ:- بہرحال شریف راز اور پاک باطن والے خوشبو کے معاملہ میں جو کہ امام نافع ہیں یہ وہ خوش نصیب بزرگ ہیں جنہوں نے مدینہ کو اپنا وطن بنایا۔

امام نافع مدنی کو ایک عجیب قسم کی کرامت فطرت کی طرف سے ودیعت کی گئی تھی وہ جب کسی سے گفتگو کرتے یا قرآن کی تلاوت کرتے یا قرآن کا درس دیتے تو ان کے

منہ سے خوشبو آتی تھی دریافت کیا گیا کہ کیا آپ ہمیشہ خوشبو استعمال کرتے ہیں تو امام نافع نے فرمایا کہ نہ میں خوشبو استعمال کرتا ہوں اور نہ اس کے قریب جاتا ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور میں نے دیکھا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے منہ سے اپنا دہن مبارک ملا کر قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں جب میں بیدار ہوا تو میرے منہ سے خوشبو آرہی تھی اسی وقت سے میرے منہ سے یہ خوشبو آرہی ہے۔

امام نافع مدنیؒ کے منہ سے ہمیشہ خوشبو آتی رہی اللہ جل شانہ جسے چاہتا ہے اسے مختلف طرح سے نوازتا ہے یہ خوشبو ان کی ظاہری بزرگی اور قرآن پاک کا کھلا ہوا معجزہ تھی۔

وصیت

امام نافع مدنیؒ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو صاحبزادوں نے کچھ وصیت کی درخواست کی تو انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اتقوا الله واصلحوا ذات بينكم واطيعوا الله ورسوله ان كنتم مومنين۔	تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اپنے تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ اور اسکے رسولؐ کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

وفات

امام نافع مدنیؒ عمدۃ العمر علم قرأت کی خدمت کرنے کے بعد سنہ ۱۶۹ھ میں مدینہ منورہ میں بزمانہ ہادی باللہ اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں امام مالکؒ کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔

وفات کے متعلق سنہ ۱۵۰ھ، ۱۵۹ھ اور سنہ ۱۵۷ھ کے بھی اقوال ملتے ہیں مگر اول الذکر صحیح سنہ وفات ہے۔

حوالے

(۱) علامہ ابن قتیبہ، المعارف/۵۲۸ وعلامہ ابن الجزریؒ، غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ۲/۳۳۰، مکتبہ الخانجی مصر ۱۳۵۱ھ

(۲) ابن الندیم، الفہرست/۴۲ وغایۃ النہایہ ۲/۳۳۰ وعلامہ یافعی مرآۃ الجنان ۱/۳۵۸ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۸ھ

(۳) علامہ شمس الدین ذہبیؒ، معرفۃ القراء الکبار ۱۰۷/۱، مؤسسۃ الرسالہ بیروت طبع دوم
۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء

(۴) قاری حبیب اللہ، سوانح قراء سبعہ/۳

(۵) معرفۃ القراء ۱۰۷/۱ وغایۃ النہایہ ۳۳۰/۲ وابن العماد حنبلی شذرات الذہب ۵۱/۳
مکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۰ھ

(۶) خیرالدین زرکلی، الاعلام ۵/۸

(۷) معرفۃ القراء ۱۰۷/۱

(۸) شذرات الذہب ۵۱/۳ ومعرفۃ القراء ۱۰۷/۱

(۹) خیرالدین زرکلی، الاعلام ۵/۸

(۱۰) غایۃ النہایہ ۳۳۲/۲ وملا علی قاری شرح شاطبی/۱۱ بحوالہ علم قرأت اور قراء سبعہ
وڈاکٹر نعیم صدیقی تبع تابعین ۱۵/۲ م، معارف پریس اعظم گڑھ

(۱۱) معرفۃ القراء ۱۱۰/۱

(۱۲) غایۃ النہایہ ۳۳۰/۲

(۱۳) شذرات الذہب ۵۱/۳ ومعرفۃ القراء ۱۰۷/۱ ومرآۃ الجنان ۳۵۹/۱

(۱۴) غایۃ النہایہ ۳۳۰/۲ ومعرفۃ القراء ۱۰۷/۱ وعلامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب
۴۰۷/۱۰، دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۶ھ

(۱۵) علامہ ابو عمرو عثمان الدانی، التیسیر، مکتبہ نعیمیہ مئو ۱۴۰۶ھ

(۱۶) غایۃ النہایہ ۳۳۰/۲

(۱۷) معرفۃ القراء ۱۰۹/۱

(۱۸) کرنل مرزا بسم اللہ بیگ تذکرہ قاریان ہند ۳۵/۱ - ۳۶ (حیدرآباد)

(۱۹) معرفۃ القراء ۱۵۴/۱ - ۱۵۵

(۲۰) تذکرہ قاریان ھند ۳۶/۱

(۲۱) معرفۃ القـراء ۱۵۴/۱ - ۱۵۵

(۲۲) تذکرہ قاریان ہند ۳۶/۱

(۲۳) یہ حضرات امام نافع مدنی کے ہمعصر ہیں

(۲۴) معرفۃ القراء ۱۰۷/۱ وغایۃ النہایہ ۳۳۱/۲ وتہذیب التہذیب ۴۰۷/۱۰

(۲۵) علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ۲۲۷/۳، مطبع السعادۃ مصر ۱۳۲۵ھ ومعرفۃ القراء ۱۰۷/۱

(۲۶) تہذیب التہذیب ۴۰۷/۱۰

(۲۷) معرفۃ القراء ۱۰۸/۱

(۲۸) ملا علی قاری شرح شاطبی/۱۱

(۲۹) معرفـۃ القراء ۱۰۸/۱، وغایۃ النہایہ ۳۳۱/۲ — ۳۳۲،

(۳۰) مولانا عبدالقیوم حقانیؒ: پیشہ رزق حلال اور چند ارباب علم وکمال/۱۸۳

(۳۱) غایۃ النہایہ ۳۳۲/۲ وشذرات الذہب ۲۷۰/۱ ومعرفۃ القراء ۱۰۸/۱

(۳۲) ایضاً (۳۳) ایضاً (۳۴) ایضاً (۳۵) ایضاً ۳۳۳/۲

(۳۶) معرفۃ القراء ۱۰۸/۱ وشذرات الذہب ۲۷۰/۱

(۳۷) الاعـلام ۵/۸

(۳۸) تہذیب التہذیب ۴۰۸/۱۰،

(۳۹) معرفـۃ القراء ۱۱۱/۱ وغایۃ النہایہ ۳۳۳/۲ وتہذیب التہذیب ۴۰۷/۱۰

(۴۰) ایضاً

(۴۱) ایضاً ومیزان الاعتدال ۲۲۷/۳

(۴۲) تہذیب التہذیب ۴۰۷/۱۰

(۴۳) غایۃ النہایہ ۳۳۱/۲

(۴۴) ایضاً ۳۳۲/۲ ومعرفۃ القراء ۱۰۹/۱ وشذرات الذہب ۲۷۰/۱ وملا علی قاری شرح شاطبی/۱۱

(۴۵) ،، وتہذیب التہذیب ۴۰۸/۱۰

(۴۶) معرفۃ القراء ۱۱۱/۱ وغایۃ النہایہ ۳۳۴/۲ وشذرات الذہب ۵۱/۳ ومرآۃ الجنان ۳۵۹/۱

(۴۷) شذرات الذہب ۵۱/۳

عیش کرتا ہوں مگر طیش بھی آجاتا ہے

حافظ شوالؔ نے سولہ شوال المکرم کو اپنی سالگرہ یعنی کہ برتھ ڈے کے موقعہ پر ایک لحیم شحیم کیک پر ایستادہ موم بتیوں کو اپنے پوپلے ہونٹوں سے پھونک کر بجھانے کے لئے جیسے ہی اپنا سرِ تسلیم خم کیا، موم بتیوں کی لوؤں یعنی کہ شعلوں نے لپک کر انکی لمبی داڑھی کا استقبال کر ڈالا، حافظ بجامہ روتے کی طرف بھاگے، صوفی تمکین باشی کی طرف دوڑے، میں خود دل سے ٹکراتے بچا اور بیچاری حفظان بلڈ پریشر کے دورے کی تیاری کی جانب لپکیں — جبکہ حافظ شوالؔ جانکنی کے عالم میں کھڑے بس "ہپ ہپ ہُو ہُو ہپ ہپ ہُو ہُو" کہتے جا رہے تھے۔ آخر ایک خیال ان کے دماغ میں بجلی کی طرح کوندا وہ اچانک اچھلے اور پانی کے ٹب میں سر کے بل کھڑے ہو گئے — لیکن اب تک بہت دیر ہو چکی تھی — ان کے رخِ پرنور کا خرمنِ پُربہار جل کر پوری طرح خاکستر ہو چکا تھا — حافظ شوالؔ کے احباب کھڑے اس حادثۂ جانکاہ پر مسلسل کفِ افسوس ملے جا رہے تھے — میں بھی حافظ شوالؔ کے غم میں برابر کا شریک تھا مگر ساتھ ہی ساتھ اس کا افسوس بھی تھا کہ آخری لمحات میں مغزیات سے لدے پھندے اس لذت آفریں، پرتکلف اور نشاط افزا کیک سے کسبِ فیض نہ کر سکا جس کے لئے صوفی تمکین اور مولوی ہُدہُد گھنٹہ بھر سے رال ٹپکائے بیٹھے رہے تھے — اس خبرِ بد کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور پھیلتی ہی چلی گئی — سوگواروں کے قافلے بغرضِ عیادت حافظ شوالؔ کے دولت خانے کی طرف لپکے پڑ رہے تھے۔ — گرستی میں ایک شخصیت ایسی بھی تھی جو اس بری خبر پر افسردہ ہونے

بجائے گُنگری سے ڈھول بجا رہی تھی یعنی کہ شش گلاب کھلے جا رہی تھی — یہ پایۂ ناز شخصیت استاذ بزرگوار علامہ گیسو دراز دامت برکاتہم کے ایک جگری دوست صوفی رُمّان الدین بغدادی کی تھی۔

صوفی رمان اس واقعے پر کیوں نہ خوش ہوتے جبکہ حافظ شوال سے ان کا فکری اختلاف آسمان سے باتیں کر رہا تھا — حافظ شوال کا کہنا تھا کہ مسلمانوں کی پس ماندگی اور ان کے گوناگوں انحطاط کا سبب دورِ حاضر کی رنگینیوں اور اس کی ترقیوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر آگے بڑھنے میں کوتاہ ثابت ہونا اور مغربی تہذیب کے اشجارِ جمیلہ سے بھرپور خوشہ چینی کرنے کے بجائے اس سے نفرت کرنا ہے۔ اسی مناسبت سے انہوں نے برتھ ڈے کا انعقاد بھی کیا تھا۔ — ادھر صوفی رمان کا موقف تھا کہ جب تک مسلمانوں کو ''ایمان و یقین'' کی باتیں خاص طور پر نماز اور اس کے آداب کی تعلیم نہیں دی جاتی ان سے انحطاط اور پس ماندگی کا دور ہونا خام خیالی ہے نیز ذہنی کج روی کی غماز بھی — نماز ہی سب کچھ ہے جو نماز نہ پڑھ سکے اس کا ترقی کر جانا — این خیال است و محال است و جنوں۔

میں حافظ شوال کے پاس سے بھاگتا ہانپتا گھر پہنچا۔ ابھی میں اپنی سانسیں درست کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی — دل بیٹھا کہ کیوں نہ اہلیہ سے خبر بھجوا دوں کہ "لغوی گھر پر نہیں ہے" — مگر اس واقعے کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ پچھلے سال بعینہٖ یہی خدمت میں نے اہلیہ سے لی تھی اور باوجودیکہ دروازے پر پولیس میری گرفتاری کا پروانہ لئے کھڑی تھی، اس کم دماغ زوجہ نے دھڑلّے سے کہہ دیا "لغوی صاحب گھر میں تشریف رکھتے ہیں" — جھوٹ بولنے سے تو یہ ایسا چڑھتی اور چراغ پا ہوتی ہے کہ جیسے دنیا میں اس سے بڑا کوئی اور گناہ ہی نہیں — تقیہ وغیرہ کی بحث سمجھاؤ تو رخصت و عزیمت کے تناظر میں اس کے مالہٗ اور ما علیہ پر ایسا لکچر پلاتی ہے جیسے کہیں باہر سے پڑھ کر آئی ہو — خیر میں خود ہانپتا کانپتا دروازے پر

پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ صوفی منقار چونچ نکالے کھڑے ہیں ـــــ چھوٹتے ہی بولے "صوفی رمان صاحب قبلہ آپ کو یاد فرماتے ہیں" پھر مزید تڑکا لگاتے ہوئے گویا ہوئے "عزت مآب علامہ گیسو دراز حفظ اللہ بھی صوفی صاحب کے دولت کدے پر تشریف رکھتے ہیں" ـــــ اب میرے لئے انکار کی مجال کہاں تھی ـــ میں لڑکھڑاتا ہوا صوفی رمان کے یہاں پہنچا ـــــ وہ بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہے تھے ـــ مجھے دیکھتے ہی چہکے "لغوی! دیکھا تم نے روشن خیالی اور ترقی پسندی کا انجام" اور پھر علامہ کی طرف رخ کرکے بولے "یہ لغوی بھی حافظ شوال کے مداحوں میں سے ہے" ـــــ میں سٹک کر رہ گیا۔ علامہ کے سامنے میں کیا بولتا ـــ علامہ نے ایک ترچھی نظر مجھ پر ڈالی جس کی میں تاب نہ لا سکا ـــ میں بلک کر بولا "استاد بزرگوار! حافظ شوال کا موقف معقول ہی لگ رہا ہے ـــ دور حاضر سے سمجھوتا کئے بغیر ہم کب تک دین کی خدمت کرتے رہیں گے ـــ اس طرح تو شاید ہم آٹھ دس صدیوں میں بھی دین کو سربلند نہ کر سکیں" ـــ صوفی رمان گرجے "دیکھا آپ نے یہ کیسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، چلے میں تو کبھی یہ جاتا نہیں، سنجیدگی سے کبھی بیٹھتا نہیں، اور میری طرف کبھی دھیان تک نہیں دیتا۔ میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ نماز اور اس کے آداب سے لوگ کس حد تک بے خبر ہیں اور اس سلسلے میں کس درجہ غفلت برت رہے ہیں" پھر علامہ کی جانب ملتجیانہ لہجے میں گویا ہوئے "آپ اسے مقامی ہی سطح پر میرے ساتھ دو چار دن کے لئے بھیجئے، میں اسے بتاؤں گا کہ عوام میں نماز کا کیا حال ہے" ـــ

اور پھر علامہ نے بھی غالباً دوستی کا حق نبھاتے ہوئے حکم صادر فرمایا "لغوی! تم صوفی رمان کے ساتھ ضرور جاؤ گے" ـــ اور پھر میں نے دل تھام کر چپ سادھنے ہی میں عافیت سمجھی۔

صوفی رمان پہلے مجھے ایک بزرگ خاتون کے یہاں لے گئے ـــ خاتون کی عمر ستر سال سے کم نہ رہی ہوگی ـــ پیشانی پر محراب کا نشان دور ہی سے نظر آ رہا تھا ـــ وہ مصلے پر بیٹھی چھالیا کتر کتر کر کھا رہی تھیں ـــ صوفی رمان نے مجھے

پہلے سے بتایا کہ یہ دستیدن بوا ہیں ـــ ایک عدد حج بھی کیا ہے ـــ بڑی خدا ترس خاتون ہیں ـــ انہوں نے جیسے ہی ہمیں دیکھا، منہ میں چھالیا سمیت جھٹ سے دو رکعت نفل کی نیت باندھ لی ـــ ان کی نماز تھی یا خرگتوں کا ایک طوفان جیسے ڈیڑھ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے راجدھانی چل رہی ہو ـــ چشم زدن میں انہوں نے دو رکعت پیٹ پاٹ کر کنارے کر دیا ـــ خیر خیریت کے بعد صوفی رمان نے کہا "بوا! ذرا درود شریف سنانا تو" ـــ بوا نے فوراً اسٹارٹ لیا "نبیج بورنیا نبیج بورنکا، ججھکن جھٹکا شکن پٹکا، یابنی سلاما لیک" اور پھر فوراً بولیں "یہی درود میں نماز میں بھی پڑھتی ہوں اور جب کوئی دعا کروانے آتا ہے تو اسے بھی پھونک دیتی ہوں۔ اللہ کے فضل سے فوراً آرام ہو جاتا ہے" ـــ صوفی رمان بولے "بوا! رکوع اور سجدے میں کیا پڑھتی ہو" بوا بولیں "رکوع میں تین بار "سر جھکنی" اور سجدہ میں تین بار "سر ٹیکنی" ـــ صوفی رمان مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے انہوں نے پہلا معرکہ سر کر لیا ہو۔

ہم ایک دوسری خاتون کے یہاں پہنچے۔ صوفی رمان نے بتایا یہ شرفین بوا ہیں۔ انہوں نے بھی ایک عدد حج کر رکھا ہے۔ بھولے سے بھی کبھی انکی نماز نہیں چھوٹی ـــ ان کے شوہر کا نام رحمت اللہ ہے جبکہ ان کے خسر کا نام نصر اللہ ہے ـــ میں چونکا کہ تعارف کا یہ نرالا انداز کیوں؟ مگر صوفی رمان مسکراتے ہوئے جاری رہے ان کی بڑی لڑکی کا نام الفت بانو ہے اور ان کے پوتے کو لوگ گڈو کہتے ہیں اور یہاں دیگر پرانی عورتوں کی طرح ان کا بھی عقیدہ ہے کہ شوہر نامدار اور خسر بزرگوار کا نام لے دینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے ـــ آؤ اب تمہیں ان سے ملوائیں ـــ ہم شرفین بوا سے ملے ـ علیک سلیک کے بعد صوفی رمان بولے "بوا! ذرا اذاجا سناؤ تو" بوا تو پہلے مسکرائیں پھر بولیں "اذاجا گڈو کے دادا... " "میرا بھیجا اترتے اترتے بچا ـــ اب بات میری سمجھ میں آگئی تھی کہ "نصر اللہ" چونکہ شرفین بوا کے خسر کا نام ہے لہٰذا وہ اپنا نکاح بچانے کے چکر میں "اذاجا گڈو کے دادا"

لب ہی ہیں ـــــ صوفی رمان نے پرانے ہی لہجے میں پھر پوچھا "اچھا بوا! کیا پڑھ کر نماز ختم کرتی ہو" ـــــ بوا نے مسکرا کر کہا "کاہے پریشان کرتے ہو پوت! کہا ہے نا، داہنی طرف منھ کر کے کہتی ہوں "السلام علیکم الفتیا کے ابا" اور پھر بائیں طرف "السلام علیکم الفتیا کے ابا"" ـــــ میں آنکھیں پھاڑے ایسا سن رہا تھا جیسے کوئی خواب دیکھ رہا ہوں ـــــ اور پھر مجھے یکے بعد دیگرے اسی طرح کے کئی واقعات ماضی کے دھندلکے میں نظر آنے لگے۔

قاری ستمگر حفظ کر کے نئے نئے آئے تھے ـــــ مگر باوجود اصرار کے نماز پڑھانے کبھی کھڑے نہ ہوتے۔ مہینوں تک لوگوں نے اصرار کیا لیکن انہوں نے مان کر نہیں دیا ـــــ ایک بار لوگوں نے انہیں زبردستی مصلے پر کھڑا کر دیا ـــــ انہوں نے پہلی رکعت کا قیام و رکوع کسی طرح نکالا ـــــ مگر سجدے میں پہنچتے ہی ایسی مانگ کو چھوڑ کر وہ دبے پاؤں ایسا بھاگے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی ـــــ سجدہ خلاف توقع جب لمبا ہونے لگا تو لوگوں میں بے چینی پھیلی ـــــ صوفی تمکین نے تھوڑا سر ترچھا کر کے جو دیکھا تو ان پر آشکارا ہوا کہ قاری صاحب کا مسلم وجود ہی غائب ہے ـــــ انہوں نے چیخ کر کہا "میری قوم کے لوگو سر اٹھاؤ، آنکھیں کھولو، ڈرائیور صاحب ہی غائب ہیں"۔

صوفی قلندر محتاج تعارف نہیں۔ موضع الہی باغ کے رہنے والے ہیں۔ گاؤں کا بچہ بچہ انہیں اچھی طرح جانتا ہے۔ ان کے دروازے ہی پر مسجد ہے ـــــ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی وہی پڑھاتے ہیں۔ پچھلے سال کسی جمعہ کا واقعہ ہے ـــــ خطبہ تو انہوں نے بخیر و خوبی دے ڈالا ـــــ البتہ نماز کے دوران دوسری رکعت کی ابتداء میں مسجد کے باہر کچھ اٹھا پٹک کی آوازیں ہونے لگیں ـــــ صوفی قلندر نے قرأت روک دی ـــــ اچانک باہر سے ایک آواز بلند ہوئی کہ "صوفی چچا کے دونوں بیل آپس میں لڑ پڑے ہیں" ـــــ اتنا سننا تھا کہ صوفی قلندر نیت توڑ کر چھوٹکا مارتے اور صفوں کو چیرتے ہوئے باہر جا کودے ـــــ دونوں

بیلوں کو اطمینان سے پکڑا ـــــ انہیں کھونٹوں سے باندھا ـــــ اور نہایت وقار کے ساتھ دوبارہ صفوں کو چیرتے ہوئے اپنے مقام پر واپس آ گئے ـــــ اس پورے وقفے میں پسماندگان ہاتھ باندھے کھڑے تھے ـــــ صوفی قلندر نے آتے ہی قرأت شروع کر دی اور نماز مکمل کی اور ایسا شان بے نیازی سے سلام پھیرا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ سجدہ سہو تک نہیں کیا ـــــ ایک باہمت مرد نے اٹھ کر کہا "صوفی صاحب! آپ نے اچھا نہیں کیا" ـــــ صوفی قلندر نے گرج کر جواب دیا "کیا اچھا نہیں کیا ـــــ میرے بیل کی سینگ ٹوٹ جاتی تو تمہارے باپ دیتے" ـــــ اور پھر سب سٹپٹا کر رہ گئے۔

مسجد الہی بخش رضویہ اچھی خاصی بڑی مسجد ہے۔ دور دور سے لوگ اس میں نماز جمعہ ادا کرنے تشریف لاتے ہیں ـــــ کلو دادا اس کے مستقل نمازی ہیں ـــــ ایک دفعہ کا واقعہ ہے ـــــ جمعہ کی پہلی اذان ہو چکی تھی۔ لوگ خطبے کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اچانک بلند آواز سے کسی کی ریاح خارج ہو گئی ـــــ کلو دادا کے کان کھڑے ہو گئے ـــــ انہوں نے اندازہ کر لیا کہ ان کی داہنی طرف یہ حادثہ ہوا ہے ـــــ کلو دادا کھڑے ہوئے ـــــ انہوں نے اپنی گونجیلی آواز میں چیخ کر اعلان کیا ـــــ برادران اسلام! میری دائیں طرف کسی صاحب کی ریاح خارج ہوئی ہے لہذا وہ جائیں اور وضو بنا لیں" ـــــ کلو دادا نے تو اپنا فرض ادا کر دیا ـــــ البتہ بے حسی کا یہ عالم رہا کہ خطبہ ختم ہوا، نماز مکمل ہوئی اور دعا مانگ کر لوگ فارغ بھی ہو گئے مگر اپنی جگہ سے کوئی ٹس سے مس تک نہیں ہوا۔

میں خیالات کی اسی دنیا میں مگن تھا کہ صوفی رمان نے ٹھونکا مارا "لغوی! کیا بت بنے سوچ رہے ہو" ـــــ صوفی رمان کے ٹھونکے کے ساتھ ہی میری یادوں کا محل چکنا چور ہو گیا ـــــ میں نے کہا "کچھ بھی تو نہیں" ـــــ صوفی رمان نے کہا "شریفن بوا سے درود شریف سنو گے؟" ـــــ میں نے عرض کیا "صوفی صاحب اب کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے میں آپ کے موقف کا قائل ہو گیا ہوں" ـــــ

ابھی یہ صوفی رمان کی باچھیں کھل گئیں ——— انہوں نے کہا ——" میاں! ابھی کیا ہے ایسے سینکڑوں افراد ہیں تمہیں ملوا سکتا ہوں جنہیں سورہ فاتحہ تک یاد نہیں اور یاد بھی ہے تو ایسا کہ اسے سن کر مردے قبروں میں پچھاڑیں کھانے لگیں" ——— ہم گھر کی طرف واپس ہوئے۔ میں نے راستے میں کہا "صوفی صاحب! آپ کا موقف معقول ہے مگر....." صوفی رمان میری بات کاٹتے ہوئے دھاڑے "مگر کیا؟ پھر تم مردود شوال کی بات اٹھاؤ گے" ——— میں نے کہا "صوفی صاحب! حافظ شوال کو ماریئے گولی ——— میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ جہاں اپنے لوگوں کی اصلاح و تربیت کی ضرورت ہے وہیں برادران وطن میں "دعوت" بھی تو ناگزیر ہے" ———

صوفی رمان مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے "تمہارا دماغ خراب ہے ——— تم ان مردود ہندوؤں کو اسلام کی دعوت دے کر مذہب اسلام کو ناپاک کرنا چاہتے ہو ——— توبہ توبہ ——— چھی چھی ——— نعوذ باللہ" ——— اتنے میں صوفی رمان کا گھر آگیا وہ اپنے گھر میں قدم رکھتے ہوئے گردن گھما کر بولے "مولوی تم ایسی گندی باتیں کیوں سوچا کرتے ہو؟ اس ناپاک کام کے لیے مردود جماعت اسلامی والے کافی ہیں" ——— جاؤ عیش کرو ——— میری زبان سے بے ساختہ یہ مصرعہ پھسل گیا ؎ "عیش کرتا ہوں مگر طیش بھی آجاتا ہے" ——— مگر اتنی دیر میں صوفی رمان غالباً صوفیائن کے پاس پہنچ چکے تھے۔

میں بھی گرتا پڑتا اپنے غریب خانے کی طرف بھاگا کہ جہاں "وفا کی سچی کتاب" سراپا انتظار بنی بیٹھی تھی ——— نغوی زندہ صحبت باقی۔

عبد البر اثری فلاحی

توجہ مطلوب ہے

ذمہ داران وخیر خواہان مدارس سے

"جو کچھ واقعہ مدرسہ ہوا بندہ کو سخت ناگوار گذرا کہ اب یہ مدرسہ مدرسۃ الغرباء وتعلیم دین کا نہ رہا بلکہ مدخل امراء و تحصیل دنیا کا ہونا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں بندہ کے نزدیک ضرور ہے کہ لینا چندہ رامپور کا اس شرط کے ساتھ مشروط ہو کہ بوجہ چندہ آپ کے نہ کوئی مداخلت آپ کی اور آپ کے وزراء واعوان کی اس میں ہوسکے گی اور نہ طرز تعلیم قدیم میں تصرف کیا جاوے گا اور نہ آپ کی مدارات فوق دیگر شرکاء چندہ ہوسکے گی آپ اس حالت پر بطور اعانت اگر عطا کریں بہتر ہے قبول ہے ورنہ منظور نہیں"

(ماہنامہ ندائے شاہی (تاریخ شاہی نمبر) نومبر دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۳)

یہ ایک خط کا مضمون ہے جو بحیثیت سرپرست مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ایک مخصوص واقعہ کے پس منظر میں مدرسہ شاہی مرادآباد کے جملہ ارکان شوریٰ واساتذہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔ واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

"ریاست رامپور کی طرف سے مدرسہ شاہی کی کچھ سالانہ امداد مقرر تھی ۱۳۰۵ھ میں ریاست کی طرف سے ایک تحریر ارباب شوریٰ کو موصول ہوئی جس میں مدرسہ کی امداد جاری رکھنے کیلئے یہ شرط لگائی گئی تھی کہ مدرسہ میں دنیوی علوم کی تعلیم بھی دی جائے اور اس کا الحاق مدرسہ عالیہ رامپور سے کر دیا جائے شوریٰ نے یہ دونوں شرطیں نامنظور کر دیں اور اس واقعہ کی خبر اپنے سرپرست امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کو دی۔ حضرت نے جواب میں یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا" (حوالہ مذکور)

اس قسم کی صورت حال آج بھی اکثر مدارس کو پیش آتی ہے لیکن افسوس کہ اس طرح کے موقف کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ کچھ اور ہی مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں اگر اس وقت آپ سرسری جائزہ بھی لے کر دیکھیں تو آپ محسوس کریں گے اکثر و بیشتر مدارس اہل ثروت کے چنگل میں پھنسے ہیں۔ انکی مداخلت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے صورت حال یہ ہو چکی ہے کہ ارباب علم سے زیادہ انہیں وقعت دی جاتی ہے محض اس وجہ سے کہ وہ مدرسے کا کچھ اچھا تعاون کرتے ہیں یا آئندہ کرنے کی توقع ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ آج کل مدارس میں ان اہل ثروت کی آمد پر جس قدر اہتمام کیا جاتا ہے اہل علم کی آمد پر کیوں نہیں کیا جاتا اس طرح کے مواقع پر ذمہ داران اور اساتذہ کرام کو ان اہل ثروت کے حاشیہ برداروں کی طرح ان کے پیچھے کیوں رہنا پڑتا ہے۔ پھر یہ کہ جو معاونین ہیں ان کے ساتھ یکساں برتاؤ کیوں نہیں ہوتا! کیوں زیادہ معاونت کرنے والے کی بے جا قدر افزائی ہوتی ہے اور کم معاونت کرنے والا اپنے حق سے بھی محروم رہ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ داخلے وغیرہ کے معاملات میں تو ان کی خاطر تمام قواعد و ضوابط بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ سب کچھ صرف اور صرف انکے گراں قدر چندے کی رعایت میں ہوتا ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے چندے پر اس قدر تکیہ کیا جاتا ہے اور رزاق کائنات پر بھروسہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ بلکہ انکے شرعی حدود کو توڑ کر اسے ناراض کیا جاتا ہے

ضرورت اس بات کی ہے اس روئیے کو بدلا جائے اور صحیح موقف کا اظہار کیا جائے ورنہ یہ مدارس اپنا صحیح رول ادا کرنے کے لائق کبھی نہیں بن سکیں گے۔ اس سلسلے میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا پیش کردہ موقف ہر ایک کے لئے مشعل راہ ثابت ہو سکتا ہے افسوس کہ اسوہ اسلاف کی پیروی کا دم بھرنے والے آخر اس طرح کے مواقع پر ان کے اسوے کو کیوں بھول جاتے ہیں۔

کاروانِ حق

قمر رام نگری

اپنا حامی ہے خدائے دو جہاں — ساتھ ہیں اپنے سبھی بوڑھے جواں
ہے "قیامِ دینِ حق" اپنا نشاں — آج بھی ہیں ہم سوئے منزل رواں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

ایک اللہ ایک قرآں اک رسولؐ — ماسوا جو بھی ہے ان کے ہے فضول
دینِ حق کے ہیں یہی محکم اصول — ان سے وابستہ ہے نظمِ دو جہاں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

اپنا نصب العین ہے دیں کا قیام — کالعدم کرنا ہے طاغوتی نظام
سائے میں باطل کے جینا ہے حرام — کرنا ہے باطل یہ باطل کا جہاں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

امتحاں گو اس میں لاکھوں آئیں گے — ہم مگر آگے ہی بڑھتے جائیں گے
لائیں گے اسلام کو ہم لائیں گے — جس میں مضمر ہے فلاحِ دو جہاں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

ساری دنیا میں ہے برپا انتشار — ابنِ آدم آج ہے سینہ فگار
دامنِ انسانیت ہے تار تار — اپنی بدحالی پہ ہے وہ نوحہ خواں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

گمرہی کے دور میں رہبر ہیں ہم ۔۔۔ زخم انسانی کے چارہ گر ہیں ہم
ہو ضرورت گر تو پھر نشتر ہیں ہم ۔۔۔ رہتے ہیں عصیاں سے ہم دامن کشاں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں ۔۔۔ رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

منحرف مقصد سے ہم ہوتے نہیں ۔۔۔ وقت بے مقصد ذرا کھوتے نہیں
نیند غفلت کی کبھی سوتے نہیں ۔۔۔ عزم رہتا ہے سدا اپنا جواں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

رب نے بھیجا ہے جو لافانی کلام ۔۔۔ ساری دنیا سارے انسانوں کے نام
کل جہاں میں ہم کریں گے اسکو عام ۔۔۔ اس میں ہے پنہاں حیات جاوداں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

مرد مومن دین حق کی جان ہے ۔۔۔ اس کے سینے میں نہاں قرآن ہے
حق ہی اس کا دین ہے ایمان ہے ۔۔۔ ہوں گے ہم دونوں جہاں میں کامراں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں
رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

ہم قیام دین کے کام آئیں گے ۔۔۔ پرچم اسلام ہم لہرائیں گے
اجر ہم اس کا خدا سے پائیں گے ۔۔۔ ہوں گے ہم سب وارث خلد وجناں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں ۔۔۔ رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

بزم ہستی کی ہیں روشن شمع ہم ۔۔۔ ظلمتیں سب ہوں گی ہم سے کالعدم
ہم سے ترساں صاحب جاہ و حشم ۔۔۔ ہم شریعت کے ہیں اپنی پاسباں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں ۔۔۔ رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

ہم رکاب اپنے ہیں خود فتح و ظفر ۔۔۔ ہیں خدائی قوتیں سب ہم سفر
عزم اپنا عزم محکم ہے قمر ۔۔۔ کیا کرے گا ہو کے دشمن کل جہاں
بجلیاں کڑکیں کہ ٹوٹے آسماں ۔۔۔ رک نہیں سکتا یہ حق کا کارواں

تعارف و تبصرہ

عبدالبر اثری فلاحی

بعض ناگزیر اسباب کی بنا پر اس خصوصی شمارہ کے تعارف میں تاخیر ہوئی اسکے لئے متعلقین سے ادارہ معذرت خواہ ہے

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد جو ۱۲۹۶ھ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھوں "مدرسۃ الغرباء، قاسم العلوم" کے نام سے قائم ہوا تھا اب کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا بلکہ اپنی خدمات جلیلہ کی وجہ سے ملک کے عظیم الشان دینی تعلیمی اداروں میں شمار ہوتا ہے اور تحریک آزادی سے لیکر اب تک مختلف دینی، ملی اور دعوتی محاذوں پر سرگرم عمل ہے۔ چنانچہ مولانا منت اللہ رحمانی صاحب نے ایک مرتبہ مدرسہ کی زیارت کرنے کے بعد فرمایا تھا۔

"الحمد للہ کام نام سے اچھا اور سیرت صورت سے بہتر پائی ایسا معلوم ہوتا ہے حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ کی باطنی توجہات کا مدرسہ اب تک مرکز بنا ہوا ہے"۔ ص۲۲

انہیں خوبیوں کو دیکھتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے اس ادارے کے سلسلے میں اپنا تاثر ان الفاظ میں قلم بند کیا ہے۔

"ادارہ کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے" ص۲۳

اس وقت اسی عظیم درگاہ کی "تاریخ" پیش نظر ہے جو "تاریخ شاہی نمبر" کے نام سے ماہنامہ "ندائے شاہی" کی خصوصی اشاعت کی شکل میں نومبر و دسمبر ۱۹۹۲ء میں منظر عام

پر آیا ہے۔ اسے مکرمی محمد سلمان منصور پوری نے ترتیب دیا ہے یہ کام مہتمم مدرسہ شاہی محترم مولانا رشید الدین صاحب حمیدی کی زیر سرپرستی انجام پایا ہے۔ تقریباً ساڑھے چھ سو صفحات پر مشتمل یہ پیش کش ملت کے دردمندوں اور دینی تعلیم سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے بڑا قیمتی تحفہ ہے۔ اس کے اندر دینی تعلیم کی اساسات، مدارس کے قیام کا پس منظر ان کی ضرورت وافادیت، اس کے لئے اسلاف کی جگر سوزیاں اور قربانیاں وغیرہ پہلوؤں پر بڑی گراں قدر معلومات انتہائی خوبصورتی سے یکجا کردی گئیں ہیں گویا بحیثیت مجموعی پورے عہد کے دینی وملی سرگرمیوں کا مخزن المعلومات ہے۔ اسی طرح اس میں بانی وسرپرستان، صدور والمدرسین ارباب اہتمام اور اراکین انتظامیہ، مشہور فیض یافتگان اور اساتذہ کرام کی سوانح حیات بھی دی گئیں ہیں جس کی وجہ سے یہ اکابر وبزرگوں کی سیر وسوانح پر ایک مرجع وماخذ کی کتاب بھی بن گئی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام وخواص سبھی اس عظیم تاریخی سرمایہ سے بھرپور استفادہ کریں اور دینی مدارس جس مشن میں لگے ہوئے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں آج بھی لوگ دلچسپی لیں اور قربانیاں دیں۔ کیونکہ ان تاریخی معلومات کو صفحہ قرطاس پر لانے کا اصل محرک یہی ہے جیسا کہ مہتمم مدرسہ ہذا مولانا سید رشید الدین صاحب حمیدی نے اپنے پیغام میں لکھا ہے۔

"مدارس اسلامیہ کی عظمت واہمیت ارباب دانش سے مخفی نہیں ہے انہی مدارس کا ثمرہ ہے کہ آج برصغیر میں اسلام کی نہریں جاری ہیں اور دین کی روشنی سے چپہ چپہ نورانی بنا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ مدارس دینی علوم کے مضبوط قلعے اور حفاظت اسلام کے مستحکم چھاؤنیوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور اللہ رب العزت نے اپنے آخری دین کی بقا کا انہیں ذریعہ اور سبب بنا دیا ہے۔"

ضرورت ہے کہ اس عظیم سلسلہ کی خدمات سامنے لائی جائیں اور ان اداروں نے ملت اسلامیہ کو جو عظیم المرتبت اور مخلص افراد عطا کئے ہیں ان کے تذکرہ سے

مجلسیں گرم کی جائیں تاکہ عوام اپنے تاریخی سرمایہ سے آگاہ ہو سکیں اور اس سنہرے سلسلہ کو جاری رکھنے میں دلچسپی لے سکیں۔

ماہنامہ ندائے شاہی کا "تاریخ شاہی نمبر" بھی اسی جذبہ کو سامنے رکھ کر شائع کیا جا رہا ہے۔ میں اس کی اشاعت پر جو مسرت محسوس کر رہا ہوں اس کے اظہار کے لئے اپنے پاس الفاظ نہیں پاتا" صفحہ

اس نمبر میں بعض امور توجہ طلب ہیں جن کی طرف متوجہ کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں اس لئے چند سطریں مزید رقم کرتا ہوں۔

(۱) کتابت موٹی ہے اور جگہ کافی چھوڑی گئی ہے جس کی وجہ سے ضخامت بڑھ گئی ہے، ایسے مواد کو اس سے کم صفحات میں سمویا جا سکتا تھا۔

(۲) تکرار مضامین بھی کافی ہے مثال کے لئے دیکھئے "تاثرات" اور "مدرسہ شاہی اور دارالعلوم دیوبند کا تعلق" ص ۲۷-۱۴۱ والے مضمون کو۔ وجہ ظاہر ہے کہ ایسا مختلف افراد کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ جسے ترتیب وتسوید میں درست کر لینا چاہیئے تھا ویسے بہتر تو یہ ہوتا کہ پوری تاریخ کوئی ایک مرتب کرتا تاکہ یہ مسئلہ ہی پیدا نہ ہوتا اور تمام باتوں میں ایک خاص ترتیب اور یکسانیت رہتی۔

(۳) صفحہ پر تحریر ہے "اور سہارنپور میں مولانا محمد مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر مظاہر العلوم کی بنیاد پڑی"

یہ بات تاریخی حقائق سے ٹکراتی ہے کیونکہ تاریخ مظاہر جلد اول تالیف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور میں جو تاریخ پیش کی گئی ہے اس کی رو سے اس ادارے کے مؤسس مولانا سعادت علی صاحبؒ قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ مولانا موصوف تاریخ مظاہر ج۱ ص… پر خصوصی حالات مدرسہ کی ابتداء اور بنیاد" کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں۔

"۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم کی بنیاد پڑی اس کے چھ ماہ بعد یکم رجب ۱۲۸۳ھ

کو مظاہر العلوم کی بنیاد رکھی گئی حضرت مولانا سعادت علی صاحب فقیہ سہارنپوری مسلم الثبوت فقہاء میں تھے اپنے دولت کدہ پر قدیم رواج کے موافق شائق طلباء کو پڑھایا کرتے تھے مولانا عنایت الٰہی صاحب مولانا الحافظ الحاج قمر الدین صاحب جو آج مشائخ وقت ہیں اس زمانہ میں حضرت مولانا سعادت علی صاحب کے پاس طالب علمی کے منازل طے کر رہے تھے اور مولانا کے مخصوص تلامذہ میں سے سمجھے جاتے تھے مولانا کو اکثر دینی مدرسہ کی بنیاد کا ولولہ رہتا تھا اور گاہ بگاہ اس کا ذکر تذکرہ بھی فرماتے رہا کرتے تھے لیکن حق تعالیٰ شانہ کے علم میں اس کے لئے یکم رجب المرجب ۱۲۸۳ھ کی تاریخ مقرر تھی چنانچہ عرصہ کے ذکر تذکرہ اور تمنا و خواہش کے بعد دفعۃً تاریخ مذکور میں مولانا کو جوش و ولولہ پیدا ہوا اور چوک کی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈال دی مولانا سخاوت علی صاحب انبہٹوی کو جو پہلے انبہٹہ میں پڑھایا کرتے تھے بمشاہرہ ۱۲/۰۰ ماہانہ پر مدرس عربی مقرر فرمایا جنہوں نے مولانا عنایت الٰہی صاحب، حافظ الحاج قمر الدین صاحب، محمد علی، مقبول احمد صاحبان وغیرہ طلباء کو نحو میر شروع کرائی ان لوگوں کے کچھ اسباق مولانا سعادت علی صاحب کے پاس بھی متفرق طور پر ہوتے تھے جو مولانا نے خود ہی مسجد میں پڑھانے شروع فرما دیئے تھے قلوب تو علی العموم متوجہ اور منتظر ہی تھے مدرسہ کی بنیاد پڑتے ہی متفرق نواح سے طلباء کی رجوعات شروع ہوئیں اس بنا پر مولانا کو ایک مدرس کا فوراً اضافہ کرنا پڑا چنانچہ شوال ۱۲۸۳ھ سے حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کو بمشاہرہ ۳۰ ماہانہ پر مدرس اول مقرر فرمایا"۔

(۴) صفحہ ۱۱۸-۱۱۹ پر "تحریک دیوبند اور اس کا پس منظر" کے عنوان پر قلم اٹھاتے ہوئے جناب عادل صاحب صدیقی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں۔

"بظاہر اس تحریک کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کی عظمت کے لئے کام کرنا تھا تاہم اس نے استخلاص وطن کے لئے بھی سر اور دھڑ کی بازی لگائی کیونکہ حب الوطنی ایمان کا جزء ہے"۔

استخلاص وطن اور حب الوطنی کوئی معیوب چیز نہیں لیکن اسے ایمان کا جزء قرار دینا یقیناً عجیب و غریب چیز ہے اور یہ بات اس وقت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے جبکہ یہ حدیث کی بنیاد پر کہی جائے۔ جیسا کہ عام طور سے رائج ہے حالانکہ اس معنی کی کوئی حدیث ثابت نہیں۔ "حب الوطن من الایمان" کے الفاظ سے جو حدیث مشہور ہے۔ اسے محمد ناصر الدین البانی صاحب نے موضوع قرار دیا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ واثرہا السییٔ فی الامۃ ج ۱ ص ۵۵۔ اسی طرح مولانا ابو البرکات عبد الرؤف صاحب نے بھی اسے "من گھڑت" قرار دیا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "اصح السیر فی ہدی خیر البشر ص ۲۲"۔ لہٰذا اس قسم کی باتیں لکھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

غزل

شفیع اللہ خاں راز اٹاوی

حسن کردار دائمی ہے یہاں
ورنہ ہر چیز عارضی ہے یہاں

صرف دو دن کی زندگی ہے یہاں
پھر بھی مغرور آدمی ہے یہاں

آنے والے سب آ گئے لیکن
صرف اک آپ کی کمی ہے یہاں

روشنی کے پرند آئیں گے
تیرگی جال بن رہی ہے یہاں

سر زمیں آگ کا سمندر ہے
ناؤ کاغذ کی چل رہی ہے یہاں

ہوشمندی کا جس کو دعویٰ تھا
کشتۂ جام بیخودی ہے یہاں

یہ علاقہ پسند ہے مجھ کو
ہر طرف شعر و شاعری ہے یہاں

زندگی نا تمام لگتی ہے
نامکمل ہر آدمی ہے یہاں

راز بیٹھے ہیں برف کے نیچے
شعلگی کیسے دھنس رہی ہے یہاں

جامعہ کے لیل و نہار

محمد اسماعیل فلاحی

جامعہ میں شعبۂ تخصص

حسب معمول ۲۰ شوال ۱۴۱۸ھ کو جامعہ میں نئے تعلیمی سیشن کا آغاز ہوگیا۔ طلبہ اور طالبات بڑی تعداد میں جامعہ آئے لیکن جگہ کی تنگی اور وسائل کی کمی کی وجہ سے بہتوں کو پرنم آنکھوں کے ساتھ واپس ہونا پڑا۔

اس سال کلیۃ البنات میں تدریس میں تخصص کا شعبہ کھولا گیا ہے، داخلہ کیلئے طالبات کی لمبی قطار تھی جس میں مطلوبہ تعداد میں تحریرات کی بنیاد پر داخلہ کرلیا گیا ہے۔

ارمدا جیپ

ہمارے قارئین عرصہ سے انجمن اور جامعہ کی ضرورتوں کے پیش نظر جیپ کے سلسلہ میں، اعلان پڑھ رہے تھے۔ فلاحی برادران اور جامعہ وانجمن کے دیگر ہمدردوں نے اس جانب خصوصی توجہ دی۔ جس کے نتیجہ میں بفضلہ تعالیٰ ARMADA جیپ جامعہ میں آچکی ہے۔ اور اس نے اپنا کام کرنا شروع کردیا ہے اس کی خریداری میں ایک بڑی رقم قرض لی گئی ہے جسکی جلد ادائیگی ضروری ہے۔ ہم اپنے بہی خواہوں اور مخیر حضرات سے امید رکھتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی میں حسب سابق ان کا تعاون ہمیں حاصل رہے گا۔

انجمن کی یونٹوں کا انتخاب

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں فلاحی برادران کی افطار پارٹی کے موقع پر دہلی یونٹ کا انتخاب عمل میں آیا، محمد اکرم فلاحی حسب سابق صدر برقرار رہے اور ان کے معاون عبدالرب اثری فلاحی بحیثیت سکریٹری اور عبدالحق فلاحی (جونپور) بحیثیت خازن مقرر ہوئے ہیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھی افطار پارٹی کے موقع پر انتخاب ہوا جسمیں برادر معزز منور حسین فلاحی صدر یونٹ حسب سابق برقرار رہے جبکہ سکریٹری کے لئے برادر حافظ ابوذر فلاحی کا انتخاب ہوا۔

رمضان میں علی گڑھ اور دہلی دونوں جگہوں پر فلاحی برادران سے ملاقات کا موقع ملا اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ فلاح سے ان کا جذباتی لگاؤ اور گہرا تعلق باقی اور ان کی زندگیوں کی حیثیت مجموعی اس مقصد کی چھاپ ہے جس کے لئے فلاح کا قیام عمل میں آیا تھا۔ علی گڑھ میں میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ یہاں چھوٹوں کا خیال، ان کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ اور بڑوں کا ادب اور ان سے احترام کی صفت دوسری جگہوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

استقبالیہ

۲۶ ستمبر ۹۷ء کو جامعہ کی طرف سے جدید فارغین کے الوداعیہ کے بعد اسی دن انجمن کی طرف سے انہیں استقبالیہ دیا گیا جس میں کھانے کے بعد حافظ احسان الحق صاحب فلاحی کی تذکیر سے پروگرام شروع ہوا، پھر سکریٹری انجمن مولانا محمد عمران صاحب فلاحی نے انجمن کے مقاصد اور مادر علمی کی تعمیر و ترقی میں انجمن کے کردار کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد ابو صالح اعظمی نے فارغ ہونے والے طلبہ کی جانب سے انجمن کے مقاصد سے اتفاق کرتے ہوئے تعاون کا یقین دلایا آخر میں مولانا مطیع اللہ صاحب فلاحی کے اختتامی کلمات پر یہ محفل ختم ہوگئی۔

تعمیرات

ہمارا اندازہ تھا کہ کلیۃ البنات میں نئے ہاسٹل کی پہلی منزل کی تعمیر نئے تعلیمی سیشن کے آغاز تک مکمل ہو جائیگی لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اگر تعمیر کی یہی رفتار رہی تو سال کے آخر تک دونوں منزل کی تعمیر اختتام تک پہونچ سکے گی تادم تحریر دیواریں چھت تک پہونچ چکی ہیں اور چھت کی ڈھلائی کا کام بھی شروع ہو چکا ہے۔

کلیۃ البنات کے شعبہ ابتدائی میں تعلیم کو مزید بہتر بنانے کی غرض سے فیصلہ کرنا پڑا ہے کہ عارضی طور پر شیڈ ڈال کر ہی سہی کلاسوں کا اضافہ کیا جائے۔ چنانچہ طلبہ منزل سے متصل پچھم جانب ابتدائی درسگاہ کیلئے بنیادیں کھودی جارہی ہیں۔